ماهنامه

المرشد

جنوری

2006ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

او۔آئی۔سی کا اجلاس

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جنوری 2006ء ذیقعد/ذوالحجہ

جلد نمبر 27 ✻ شمارہ نمبر 6

فہرست مضامین

1-اداریہ	محمد اسلم	03
2- کلامِ شیخ	سیماب اویسی	04
3-اقوالِ شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	05
4-ظلمت اور تباہی کا ذمہ دار کون؟	امیر محمد اکرم اعوان	06
5-اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	17
6-سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	24
7-میڈیا اور ہمارا کردار	امیر محمد اکرم اعوان	27
8-ملائیت اور فرقہ واریت	ضمیر حیدر	35
9- کشمیر میں چند روز	ساغر اویسی	37
10-دینی صحافت' زلزلہ اور نئے آئیڈیاز	سجاول خاں رانجھا	40
11- گوشہ خواتین	انتخاب	43
12-طب وصحت	ڈاکٹر محمد اقبال ظفر	47
13-حیاتِ طیبہ (سلسلہ وار)	ابوالاحمدین	49
14-غبارِ راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	52
15-پروگرام سالانہ اجتماع سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ	---	56

مدیر

چودھری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر : ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت ،سری لنکا ،بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ۔لاہور 042-6314365 | ناشر۔پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد' اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ' پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد۔041-2666819' موبائل 0301-6045981

Web Site : www.alikhwan.org.pk — E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ' لاہور۔فون 042-5182727

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

الحاد و مُلحد

الحاد سے مُراد علما حق کے نزدیک یہ ہے کہ کھلا کفر تو نہ کرے اور قرآن کو حق ماننے کا دعویدار ہو مگر معانی اور مفاہیم ایسے گھڑ دے جو احکام شرعی اور قرآن کی منشا کے یا ضرورت دین کے خلاف ہوں تو وہ ملحد ہوگا اور اس کا یہ فعل الحاد ہوگا۔ یہ رویہ روافض نے اپنایا یا پھر خوارج کا یہی انداز رہا اور قادیانی نے یہی راہ اختیار کی غرض خرق باطلہ الحاد کے مرتکب ہوئے مگر آج کل کی مصیبت یہ ہے کہ تعلیم نو سے آراستہ مغرب زدہ لوگ ان حقائق میں رائے زنی کرتے ہیں جو مسلمانوں میں مشہور و معروف ہیں جیسے پانچ نمازیں یا روزہ اور زکوۃ و حج کی فرضیت وغیرہ اور یوں الحاد میں پڑ کر تباہی کی طرف جا رہے ہیں جیسے جوئے اور سود کے لئے تاویلیں گھڑی جاتی ہیں یہ سب الحاد ہے اور یہ الحاد دوزخ میں لے جانے کا سبب ہے تو کیا وہ بدنصیب جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے بہتر ہیں یا وہ خوش نصیب جنہیں یوم حشر دوزخ سے امن نصیب ہوگا ان کی رائے بہتر ہے بہر حال بندے کو اختیار دیا گیا جو راستہ وہ پسند کرے اپنائے اللہ کریم انسانوں کے سب اعمال خود دیکھ رہے ہیں اس ذات سے کچھ چھپا ہوا نہیں۔ کیسے بدنصیب لوگ ہیں جو قرآن کو ماننے سے انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت ہی معزز اور نادر کتاب ہے اس کی خصوصیت ہے کہ کوئی کسی طرح سے اس میں باطل کو داخل نہیں کر سکتا نہ مخالفت کر کے اس کے الفاظ و معانی بدل سکتے ہیں جیسے سامنے سے آ کر بدلنا کہا گیا ہے اور نہ خفیہ طریقے سے منافقت کر کے ایسا کر سکتا ہے اور ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اس کا رد ہو جاتا ہے۔

اداریہ

8 دسمبر 2005ء کو عالم اسلام کی سیاسی قیادت بیت اللہ شریف میں حاضر تھی۔ اسلامی ممالک کی تنظیم او۔آئی۔سی کا اجلاس سعودی حکمران شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی صدارت میں خانہ کعبہ میں منعقد ہوا۔ او۔آئی۔سی کی تنظیم 1972ء میں اس وقت بنائی گئی جب یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ مراکش میں ہونے والے او۔آئی۔سی کے پہلے اجلاس سے ہی عام مسلمانوں نے اس تنظیم سے بہت سی توقعات وابستہ کر لیں۔ مسلمان سوچ رہے تھے کہ اب مسلم ممالک بھی یورپ کی طرح اکٹھے ہوں گے' ان کی اپنی فوج ہوگی' اپنا سکہ ہوگا' وہ ایک اقتصادی بلاک قائم کریں گے' عالم اسلام کی قیادت متحد ہوگی' مسلمانوں پر تعلیم و ترقی کے دروازے کھلیں گے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہنوز یہ سہانے خواب حقیقت کا روپ نہ دھار سکے۔

مسلمان آج بھی دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں' تعلیم و ترقی کے دروازے ان پر بند ہیں' غربت اور افلاس کے مستقل ڈیرے ہیں اور مغرب جسے چاہتا ہے کچل کے رکھ دیتا ہے۔

یورپ اور عیسائیت نے متحد ہو کر ترقی کی ہے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ یورپ کے ان ممالک کو بھی "کامن مارکیٹ" میں شامل کر لیا ہے جو کسی زمانے میں روس کے زیر اثر تھے۔ آج کامن مارکیٹ کی وجہ سے یورپ اقتصادیات' معاشیات اور دفاع میں مضبوط تر ہو گیا ہے۔ وہاں سے غربت ختم ہو گئی' ایک عام آدمی کو جینے کے لئے وہ تمام سہولتیں میسر ہیں جن کا وہ تصور کر سکتا ہے اور جس نظام' آئین اور قانون کو انہوں نے اپنا رکھا ہے اُس کی وہاں مکمل پاسداری ہے۔

ادھر اسلامی ممالک کی حالت زار یہ ہے کہ سب کے اپنے اپنے دکھ' اپنے اپنے مسائل ہیں۔ "جس کا ڈنڈا اُس کا راج" والی صورت حال ہے۔ انسان زندگی کی کچھ قدر و قیمت نہیں' انصاف پیسوں میں بکتا ہے' عملاً اُمت مسلمہ مختلف قوموں' ملکوں' گروہوں اور فرقوں میں بٹ چکی ہے اور کوئی متحدہ پلیٹ فارم کہیں نظر نہیں آتا۔

ان حالات میں او۔آئی۔سی کی افادیت اور ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظریں اس پر مرکوز ہیں اور بہت سی امیدیں بھی وابستہ کر رکھی ہیں۔ خصوصاً شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز سے دنیا بھر کے مسلمان حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ شاہ فیصل مرحوم کی طرح مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ زبانی جمع خرچ اور روایتی انداز کے اعلامیے جاری کرنے کی بجائے او۔آئی۔سی ملتِ اسلامیہ کے وقار' تحفظ اور ترقی کے ساتھ ساتھ غربت اور جہالت کے خاتمے کے لئے ٹھوس عملی اقدامات اٹھائے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کس کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

درِ یار

ایمان کی بنیاد ہے توحید خدا کی
کسی اور کا حصہ نہ کبھی اس میں ملاؤ
یہ دعویٰ زبانی ہی تو مطلوب نہیں ہے
تم عمل بھی اس پہ تو کبھی کر کے دکھاؤ
امید کے رشتے تو کرو غیر سے پختہ
جب بھیک ملے غیر سے پھولے نہ سماؤ
اسی جوش جنوں میں ہے بنا حلیہ بھی ایسا
مل جاؤ جو غیروں میں تو پہچانے نہ جاؤ
قانون بھی کافر کے ہیں، تعلیم بھی اس کی
تو قوم کو اپنی نہ کبھی دین سکھاؤ
گر سجدہ کرو ذوق سے خالی ہو وہ سجدہ
دل کو نہ کبھی ذکر الٰہی سے جگاؤ
گئے بھول کہ اللہ نے دیا عہد تھا تم کو
انتم الاعلون کبھی پڑھو اور پڑھاؤ
یہ وعدہ باری بھی تو مشروط تھا لیکن
تھا حکم کہ مومن بھی مجھے بن کے دکھاؤ
ہم کون تھے تقلید میں غیروں کی ہوئے کیا
اسلام کا آئینہ کبھی خود کو دکھاؤ
ہیں کرم کے دریا تو اسی موج میں اب بھی
گر دیکھنا چاہو تو کبھی لوٹ کے آؤ
سیماب کو دیکھو تمہیں دیتا ہے صدائیں
در غیر کا چھوڑو تو درِ یار پہ آؤ

اقوال شیخ

☆ ......اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سب سے پہلی اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت کو بوجھ سمجھیں۔

☆ ......انسان کی مصیبت یہ ہے کہ یہ آیات کے مفہوم اور احادیث کے احکام کو پھیر کر اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے کردار کا جواز پیدا کرتا ہے۔

☆ ...... ہر نبی معرفت باری کا دروازہ تھا لیکن سارے دروازے بند ہو چکے اور اب ایک دروازہ ہی کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا۔

☆ ......سب سے بڑی قربانی جانوروں کی نہیں ہوتی، سب سے بڑی قربانی خواہشات اور آرزوؤں کی ہوتی ہے۔

☆ ......اسلام اللہ کی مخلوق کو جہنم کے سائے سے نکال کر رحمت الٰہی کے سائے میں لانے کا نام ہے۔

☆ ......اگر محنت، مجاہدہ اور خلوص کے ساتھ کوئی نہیں مانتا تو پھر بھی محنت کرنے والے کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔

☆ ......قرآن کریم واحد کتاب ہے جس کی دو لاکھ سے زائد تفاسیر طبع ہوئیں اور جو طبع نہیں ہوئیں ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔

☆ ...... بڑے سے بڑے مشرک، کافر، ظالم اور گہنگار کے دل میں جب آپ ﷺ کے لئے عقیدت کا ذرہ پھوٹے گا تو اللہ اُسے ہدایت سے نواز دے گا۔

☆ ......اس دور میں تصوف بدنامی کی حد تک بگڑ چکا ہے کیونکہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہیں اس کی اتنی زیادہ نقلیں بنتی ہیں۔

ظلمت اور تباہی کا ذمہ دار کون؟

آج بھی قیامِ امن کے لئے برکات نبوی ﷺ کی ضرورت ہے' اُس نور کی ضرورت ہے جو سینوں میں بستا ہے' اُس روشنی کی ضرورت ہے جو دلوں میں اُجالا کرتی ہے اور اُن برکات کی ضرورت ہے جو دل کو آباد کر کے بندے کو سراپا محبت بنا دیتی ہیں۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 12-08-2005

الحمدللّٰہ رب العلمین. والصلوٰة والسلام علیٰ حبیبہٖ

محمد و الہٖ و اصحابہٖ اجمعین

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمo

کنتم خیر اُمّتہٍ اُخرجت للناس

اللّٰھُم سبحٰنکَ لا علملنا الا ما علمتنا انک

انت العلیم الحکیمo

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبکَ من زانت بہٖ العُصُورُا

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات سے پہلے جس قدر انبیاء و رُسل مبعوث ہوئے ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوا کسی خاص علاقے میں مبعوث ہوا اور ایک خاص وقت تک کے لئے مبعوث ہوا۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ اس لئے سب سے جداگانہ ہے کہ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو تمام نوعِ انسانی اور تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے۔ ہر نبی جس طرف مبعوث ہوا' جس قوم کی طرف مبعوث ہوا جس ملک میں مبعوث ہوا اور جن لوگوں کے لئے مبعوث ہوا اُن کے لئے اُس نے عقائد و نظریات سے لیکر اعمال و کردار تک ایک ضابطہ حیات دیا۔ نبی صرف ضابطہ حیات نہیں دیتا' یوں تو دنیا میں ہزاروں قوانین بنتے ہیں اور بڑے بڑے دانشور ضابطے بناتے ہیں قوانین بناتے ہیں اور اگر کوئی نافذ کرنے والا ادارہ یا حکومت بہت طاقتور بھی ہو' بہت قوت سے بھی نافذ کرے تو لوگ اُس میں سے پہلے چور دروازے تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں وہ سمجھیں کہ حکومت کی نظر نہیں پڑ رہی وہاں وہ اُس کی پرواہ نہیں کرتے' قانون شکنی سے باز نہیں آتے اور یہ بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی حکومت ہو جو قانون بنائے اور اُسے نافذ بھی کر سکے' جو قوانین اللہ کا نبی ﷺ اور اللہ کا رسول ﷺ دیتا ہے وہ ہر ماننے والے کو ایک قلبی کیفیت بھی عطا کرتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی قوم کسی معاشرے کے لئے ضابطے اور قوانین بنانا جو گدا سے شہنشاہ تک' فقیر سے امیر تک اور بیمار سے طاقتور تک' ہر شخص کے لئے قابلِ عمل ہوں' ہر موسم میں' ہر زمانے میں' ہر حال میں اور ہر جگہ یہ آسان کام نہیں ہے اور یہ صرف اللہ کے نبی اور رسول علیہم السلام کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ کریم کی طرف سے تعلیم کیا جاتا ہے' وہ جس نے انسانوں کو بنایا' اُن کے مزاجوں کو بنایا' اُن کی سوچ اور فکر کو بنایا اور اُن کی ضروریات کو بنایا وہی حق رکھتا ہے کہ اُن کے لئے ضابطہ بھی بنائے۔ لیکن آپ ﷺ کی بعثت قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے تھی اس لئے لازمی تھا کہ حضور اکرم ﷺ ایسا ضابطہ حیات دیں جو ایمانیات سے

لیکر عبادات تک، معیشت و معاشرت تک، اخلاق وعادات تک، بیع وشراء، حکومت اور رعیت، صلح اور جنگ، پوری زندگی کا ایک ایسا میزانیہ بنا دیں جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے دنیا کے ہر ملک میں ہر موسم میں ہر خطہ میں قابل عمل ہو اور یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ ایسا ضابطہ حیات عطا فرمایا جس پر سوا چودہ سو سال سے روئے زمین پر عمل ہو رہا ہے۔ ہماری غذائیں مختلف ہیں، ہمارے صبح شام مختلف ہیں، کہیں دن ہوتا ہے کہیں رات ہوتی ہے، ہمارے موسم مختلف ہیں، زبانیں مختلف ہیں، رواجات مختلف ہیں لیکن دین ایک ہے اور روئے زمین پر ایک ہے اور وہی اذان جاپان والا مسلمان بھی کہتا ہے، بنگال والا بھی کہتا ہے، افغانستان والا بھی کہتا ہے، چین والا بھی کہتا ہے، امریکہ والا بھی کہتا ہے، یورپ والا بھی کہتا ہے دنیا کے کسی ملک میں کہیں مسلمان ہے اُس کے اوقات صلوۃ بھی وہی ہیں، اُس کی اذان بھی وہی ہے، اُس کی نماز بھی وہی ہے اور اُس کا رکوع وسجود بھی وہی ہے۔ اپنی ذاتی زبانیں مختلف ہیں، شب و روز کا فرق ہے موسموں کا فرق ہے، مزاجوں کا فرق ہے لیکن دین کا کوئی فرق نہیں۔ اور یہ نہیں کہ وہ صرف ایک ہی ہو اُس میں ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ واقعی ہر ماحول اور ہر ملک میں اور ہر معاشرے میں قابل عمل بھی ہو اور ہر ایک کے لئے قابل عمل ہو اور یہی اعجاز ہے دین اسلام کا کہ اس کے سارے احکام سارے موسموں میں ساری روئے زمین پر قابل عمل ہیں سارے لوگوں کے لئے۔ کسی سلطان یا شہنشاہ کی نماز الگ نہیں ہے، کسی فقیر یا درویش کی صلوۃ الگ نہیں ہے، کسی بڑے آدمی کا روزہ الگ احکام نہیں رکھتا، کسی فقیر کا روزہ کوئی الگ احکام نہیں رکھتا، کسی گورے کالے کے روزے نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تو جب اتنی یک رنگی ہے، دین اسلام میں بنیادی عقیدے سے لیکر کردار تک ہر کام میں جب یک رنگی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ روئے زمین کے مسلمان ایک جسم ہیں ایک وجود ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بات اس کے برعکس ہے، روئے زمین کی بات تو چھوڑیں ایک ملک کی بات کو چھوڑیں، آج تو ایک گھر میں بھی ایک وجود نہیں ہے۔ اللہ ایک ہے اللہ کا رسول ﷺ ایک ہے، اللہ کی کتاب ایک ہے، قبلہ سب کا ایک ہے، اذان، صلوۃ، روزہ، زکوۃ، جہاد تمام فرائض ایک ہیں، حلال وحرام ایک ہیں، جائز وناجائز سب کے لئے ایک ہیں سب کچھ ایک ہے لیکن ہر مسلمان الگ الگ ہے۔

نمازی مساجد میں لڑتے ہیں، خاندان گھروں میں لڑتے ہیں، قومیں قوموں سے لڑ رہی ہیں، ملک ملکوں سے لڑ رہے ہیں، بات اسلام سے باہر تو سمجھ میں آتی ہے کہ اگر وہ بظاہر ایک بھی ہوں تو اللہ فرماتا ہے۔

قلوبھم شتیٰ۔ کافروں کے دل الگ الگ ہیں بظاہر یہ کتنا انبوہ بھی کر لیں اُن کے دل الگ الگ ہیں۔ دیکھنا اس بات کو ہے کہ مسلمان کیوں الگ الگ ہیں۔ کہیں یہ کافروں والا مرض کہ یہ مسلمانوں میں تو نہیں در آیا۔ ان کے دل الگ الگ تو نہیں ہو گئے! چونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کے ساتھ وہ کیفیات ہوتی ہیں کہ تعلیمات کو ماننے والے کا دل بدل جاتا ہے اور اُن پر عمل کرنے کے لئے وہ مستعد ہو جاتا ہے اور دل وجان سے اُن کو اپنا لیتا ہے اور اُن پر عمل کرتا ہے یہ وہ کیفیت ہوتی ہے جو نبی علیہ السلام کی ذات سے اُس کے متبعین کو نصیب ہوتی ہے جسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سینہ اطہر ﷺ سے وہ کیفیت ملی کہ وہی لوگ جو کل تک عرب کے بدو کہلاتے تھے۔ جن پر دنیا کا ہر الزام لگایا جاتا تھا، دنیا کا ہر جرم جن کے کھاتے میں ڈالا جاتا تھا وہی اٹھے اور انہوں نے روئے زمین کو جرائم سے پاک کر دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

جن پہ الزام تھا کہ لوٹ کر کھاتے ہو، وہ بھوکے سوتے تھے اور

غریبوں کو کھلاتے تھے۔ جن پر الزام تھا کہ یہاں کبھی امن قائم نہیں ہوتا انہوں نے روئے زمین کو امن سے آشنا کر دیا۔ جن پر الزام تھا کہ یہ تین سو ساٹھ بتوں کو پوجتے ہیں انہوں نے روئے زمین سے بت خانوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرا دیں۔ وہ جو بچوں کو یتیم کرنے والے مانے جاتے تھے وہ یتیموں کے سرپرست بن گئے۔

وہ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

بات یہ تھی کہ قرآن اُن کے پاس یہی تھا جو آج میرے پاس ہے جو آج آپ کے پاس ہے جو آج ہر مسلمان کے پاس ہے۔ یہی قرآن حکیم اُن کے پاس تھا' سارے شرعی احکام یہی اُن کے پاس تھے جو ہمارے پاس ہیں' یونہی وہ رب کریم کو سجدہ کرتے تھے جیسے ہم کرتے ہیں لیکن و، اُن میں کوئی ایسی بات آ گئی کہ وہ بندے بندے نہیں رہے جذبے بن گئے۔ فرد جو ہے وہ جذبے میں تبدیل ہو گیا' وجود مادی نظر تو آتا تھا لیکن وہ بن ایک انرجی گئی' ایک برقی قوت بن گئی۔

دیکھیں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں معرکہ بدر سجا' مکہ مکرمہ کے جانباز بہادر جنگجو میدان میں لائے گئے' گھوڑے' سواریاں' اسلحہ' ہتھیار' تجربہ' راشن ہر چیز وافر تھی۔

حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لے گئے بدر میں ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے مدینہ منورہ سے' ساتھ میں تین سو تیرہ جانثار تھے' جن میں کچھ ضعیف تھے' کچھ بچے تھے' کچھ وہ جانثار تھے جن کے پاس دو چادریں تھیں ایک کا تہبند باندھا ہوا تھا ایک اوپر لپیٹی ہوئی اور کچھ کے پاس صرف ایک چادر تھی' کمر کے ساتھ لپیٹ کر گردن کے پیچھے گرہ دی ہوئی تھی۔ سامان جنگ یہ تھا کہ آٹھ تلواریں چھ زرہیں دو گھوڑے ۔ سارے لشکر کے پاس کچھ سواری کے اونٹ تیر کمان' افرادی اعتبار سے جنگی تجربے کے اعتبار سے' اب ایسے بچے بھی تھے کہ نبی کریم ﷺ جب انتخاب فرما رہے تھے تو ایک بچہ پیش ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عمر تو کم ہے لیکن تم جسمانی لحاظ سے مضبوط ہو قد کاٹھ کے مضبوط ہو' تلوار چلانا جانتے ہو۔ یا رسول اللہ ﷺ جانتا ہوں۔ سواری کر سکتے ہو۔ کر سکتا ہوں۔ تو ٹھیک ہے تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ دوسرا پیش ہوا' وہ جسمانی حالت سے کمزور تھا' تھا تو اُس کا ہم عمر۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھئی تمہارا تو جنگ پر جانے والا حال نہیں لگتا' مناسب نہیں ہے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اس سے میری کشتی کروا کے دیکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تم اسے گرا لو گے کہنے لگا انشاء اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا کشتی کرو۔ تو اُس کے کان میں اُس نے کہا کہ یار گر جانا کہ مجھے بھی جانا نصیب ہو' مقابلہ نہ کرنا گر جانا کہ حضور ﷺ مجھے بھی قبول فرما لیں۔

یہ ایک عجیب کیفیت دل کی تھی۔ غزوہ اُحد میں جا رہے تھے لوگ تو ایک بزرگ کے چار بیٹے چاروں جا رہے تھے۔ بابا جی کی ٹانگ بھی ایک لنگڑی تھی کبھی ٹوٹی اور جڑی اور ٹانگ چھوٹی لنگڑا کر چلتے۔ بابا جی بھی پیش ہو گئے۔ چاروں بیٹوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ ہمارے بزرگ ہیں' ہم ان کے جگر گوشے ہیں' ہم ان کی طرف سے جانثاری کے لئے حاضر ہیں۔ ہم نے ان سے درخواست کی ہے' گھر میں بچیاں ہیں بیبیاں ہیں' گھر کی نگہداشت کریں گے' سودا سلف لا کر دیں گے ہم ان کی جگہ سر پیش کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بھئی! تم رہ جاؤ۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ اب آخر عمر ہے اور بڑا عرصہ میں نے اس لنگڑی ٹانگ کو گھسیٹا ہے۔ اب میرا دل چاہتا ہے کہ اسے جنت کے گلزاروں میں گھسیٹوں ۔ یہ جائیں گے تو یہ اپنی قبر میں جائیں گے۔ مجھے اپنی میں جانا ہے آپ ﷺ مجھے منع نہ فرمائیں۔ اُحد میں شہید ہو گئے بابا جی۔ اب کچھ شہدا وہیں دفن کئے گئے کچھ مدینہ منورہ لائے گئے۔ اُن کے بچوں نے بھی چاہا کہ ابا جی کا وجود ہم مدینہ منورہ لے جائیں اونٹ پر رکھتے تو اونٹ اٹھنے سے انکار کر دیتا' اُتار کر رکھ دیتے تو اونٹ کھڑا ہو جاتا۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں

حاضر ہوئے۔ یارسول اللہ ﷺ یہ ماجرا ہے۔ فرمایا اُس کے کسی ساتھی کو بلاؤ۔ فرمایا فلاں بندہ اُس کے ساتھ تھا۔ بھئی! کوئی بات اُس کی بتاؤ۔ یارسول اللہ ﷺ ہم نے دعا کی تھی اُس نے اور میں نے۔ اُس نے کہا تھا کہ تم دعا کرو میں آمین کہوں گا۔ میں دعا کروں گا تم آمین کہنا میں نے دعا کی تھی کہ کوئی بڑا کافر مکے کا میرے ہاتھ سے مرے اور اُس کی زرہ اور تلوار میرے حصے میں آئے اور میں فخر سے پہن کر پھرا کروں اُس نے آمین کی تھی۔ اُس نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اس میدان میں شہادت دے اسی حال میں اسی جگہ دفن کر اور میدان حشر میں قیامت کے روز وہیں سے مجھے کھڑا کر جہاں میں نے حق رفاقت ادا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے دفن کر دو۔ یہ تم سے نہیں لے جایا جائے گا۔

اب یہ احکام سے بات تعلق نہیں رکھتی یہ بات تعلق رکھتی ہے سوچ سے فکر سے اور دل سے۔ تو نبی علیہ السلام جو عطا کرتا ہے صرف زبانی بات نہیں ارشاد فرماتا بلکہ ایک کیفیت عطا کر دیتا ہے' جو دلوں کو بدل دیتی ہے۔ دل اس طرح بدلتے ہیں کہ نیکی کے لئے موم ہو جاتے ہیں اور بُرائی کے لئے فولاد ہو جاتے ہیں۔ ہمارا مسئلہ کہیں یہ تو نہیں ہے کہ ہم نے الفاظ قابو کر رکھے ہیں اور ہمارے دل کیفیات سے خالی ہیں۔ ورنہ وہ مسلمان جس نے ایک زمانے میں روئے زمین کو فتح کیا لیکن مشرکوں اور کافروں کے معابد بھی اُجاڑے تو نہیں۔ جس کے لشکر پابند تھے کہ کسی عبادت خانے میں مداخلت نہیں کی جائے گی' کسی عبادت گزار کو چھیڑا نہیں جائے گا' کسی مفتوح کی فصل خراب نہیں کی جائے گی' درخت نہیں کاٹے جائیں گے اور جو تلوار نہ اٹھائے اُس کے ساتھ تعرض نہیں کیا جائے گا۔ وہ مسلمان آج اپنی سجدہ گاہوں میں گولی کیوں چلاتا ہے۔ وہ مسلمان جس جس نے کافروں کے بت خانوں کو اُجاڑنا مناسب نہیں سمجھا کہ اسے اللہ نے اجازت نہیں دی۔ وہ مسلمان جس نے روئے زمین کے کافروں کو بھی امن اور انصاف مہیا کیا آج اُس کا دامن امن سے بھی خالی ہے' انصاف سے بھی خالی ہے۔ آج اُس کی مساجد میں بم پھٹتے ہیں' گولی چلتی ہے تو سوچیے ذرا کہ کیا ہمارے سینے میں وہ دل ہے جو مسلمان کے سینے میں ہونا چاہئے؟

بڑا زور لگا رہی ہیں دنیا بھر کی حکومتیں بھی دہشت گردی روک دیں گے۔ کیسے روک دیں گے' کونسی طاقت تھی محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس کہ دہشت گردی ختم ہوگئی۔ زمانہ ہی دہشت گردی کا تھا' عام آدمی سے لیکر شہنشاہ تک سب دہشت گرد تھے' ہر جگہ ظلم ہو رہا تھا' ہر جگہ جور و ستم کا بازار گرم تھا وہ کیا شے تھی' وہ کیا تھی؟ وہ برکات نبوت ﷺ تھی جو دلوں سے دلوں کو منتقل ہوتی گئیں اور ظلم کی جگہ عدل آتا گیا' دہشت گردی کی جگہ امن آتا گیا' فساد کی جگہ پیار آتا گیا اور ایسی محبتیں بٹیں ایسی محبتیں بٹیں کہ دل سیراب ہو گئے۔

ایک صحابیؓ نے یہاں کُرتے کے بازو میں دو بچے رکھے ہوئے تھے کسی پرندے کے۔ جنگل سے کہیں گزرے' کسی پرندے کا گھونسلا تھا' دو چھوٹے بچوں کو پکڑ لیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہاں سے پکڑے ہیں۔ حضور ﷺ یہ پاس کے جنگل میں گیا تھا۔ فرمایا ان کی ماں تو بڑی بے قرار ہوگی' واپس جاؤ فوراً وہیں چھوڑ کے آؤ۔ پالنے کے لئے پرندے کے بچے پکڑے جاتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے اُن کی ماں کے دل کا بھی احساس رکھا۔ اور جن ماؤں کے جگر گوشے گھر سے نماز کو جاتے ہیں اور مسجد میں قتل ہو جاتے ہیں۔ کیا قاتل کوئی کہیں باہر سے آتا ہے' کوئی بڑا کافر ہے؟ کوئی نہیں' مارنے والا بھی وہی کلمہ پڑھتا ہے جو مرنے والے نے پڑھا تھا۔ تو کیا یہ بات ساری عجیب نہیں لگتی۔ ہو کیا گیا ہے مسلمان کو۔ کیا اُس کا قرآن بدل گیا ہے' کتاب بدل گئی ہے یا اُس کا عقیدہ کوئی اور مختلف ہو گیا ہے یا نمازوں میں کوئی تبدیلی آئی ہے یا احکام شریعت تبدیل ہو گئے ہیں! نہیں' وہ دل نہیں بنائے ہم نے جو مسلمان

کا دل ہوتا ہے۔

یوم بدر حضور ﷺ نے صفیں درست کروائیں، پانچ پانچ کھجوریں دن بھر کا راشن ایک ایک مجاہد کو حصے میں آیا۔ ایک صحابی نے ہاتھ پر پانچ کھجوریں رکھیں یا رسول اللہ ﷺ اگر میں یہاں شہید ہو جاؤں تو جنت جاؤں گا، فرمایا بے شک۔ اُس نے کہا یار جسے چاہیے لے لو میں تو یہ پانچ کھجوریں ان کی جگہ بھی جنت سے جا کر کھائیں گے۔ ابھی دیر ہی کتنی ہے، وہیں جا کر کھائیں گے۔ یہ بات دماغ میں نہیں آتی، یہ دل کی بات ہے، حضور ﷺ نے صفیں بنوائیں اور دعا کی عریش بدر میں اور ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ میں اپنے مخلص خادم لے آیا ہوں، میں سچے مسلمان لے آیا ہوں، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

"یا اللہ میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں" اسلام تو عقیدہ ہے نظریہ ہے وہ تو افراد تھے یعنی مسلمانی یہ ہے کہ بندہ نظریے میں تبدیل ہو جائے اسے کہتے ہیں مسلمان۔ اور حضور اکرم ﷺ نے بندوں کو اس انرجی اور اس قوت میں تبدیل کر دیا۔ یہی بات تھی کہ صحرائے عرب سے چند خانہ بدوش اٹھے اور روئے زمین کو مسخر کر کے رکھ دیا۔

آج ہمیں عالم کفر سے شکایت ہے کہ برسوں سے ہم کشمیر میں مار کھا رہے ہیں، افغانستان تباہ ہو گیا، عراق اُجڑ گیا، ایران کو دھمکیاں مل رہی ہیں، الجزائر کا کوئی حال نہیں، فلسطین لہولہان ہے۔ بھئی! آپ کیوں مار کھا رہے ہو۔ آپ تو مار کھانے والوں کو پناہ دینے والے تھے، آپ تو ظالموں کا پنجہ مروڑنے والے تھے، آپ تو مظلوم کے معاون و مددگار تھے، پھر آپ ہی پٹ رہے ہو تو دنیا کے مظلوم کہاں جائیں گے۔ وہ جن کے دامن میں غربا و مساکین اور دنیا کے مظلوم پناہ لیا کرتے تھے وہ دامن ہی تار تار ہے تو پھر ہو گا کیا۔ دنیا کا کیا ہو گا، دوسروں کا کیا ہو گا!

کوئی بات ہے جو ہم سے چھوٹ گئی ہے، کوئی ہے بات جو رہ گئی ہے۔ دین کی تبلیغ ہم اُس زمانے سے زیادہ کرتے ہیں اس لئے کہ نشر و اشاعت کے وسائل جو اُس زمانے میں نہیں تھے آج بہت زیادہ ہیں۔ پرنٹ میڈیا بھی ہے پھر یہ الیکٹرانک میڈیا بھی ہے اور ہر رسالے ہر اخبار میں پھر دینی جرائد اتنے زیادہ ہیں، پھر ہر جمعے کو ہر مسجد میں وعظ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہر جگہ جلسے ہوتے ہیں۔ پھر ایک مستقل جماعت ہی بن گئی ہے "تبلیغی جماعت"، جو روئے زمین پر بستر اٹھائے پھرتی ہے دین کی دعوت دینے کے لئے۔ لیکن اس سارے کا حاصل کیا ہے؟ وہی ہم ہیں اور وہی ہماری تباہ حالی ہے، وہی ہم ہیں اور وہی ہمارے بے گور و کفن لاشے ہیں، وہی ہم ہیں وہی ہمارے اُجڑے ہوئے گھر ہیں۔ تو ہم جو انسانیت کے پھٹے ہوئے جسم پر مرہم لگانے کے مکلّف تھے۔ کنتم خیر امتہ اُخرجت للناس. تم بہترین اُمت ہو اس لئے کہ تم عوام کے لئے دوسروں کے لئے، الناس کے لئے، اولاد آدم کے لئے جیتے ہو، تم دوسروں کو زندہ رکھنے کے لئے جیتے ہو۔ تم دوسروں کی فکر کرنے والے ہو، مظلوموں کو ظلم سے نجات دلوانے والے، ظالموں کا ہاتھ روکنے والے، مفلس کو عطا کرنے والے، بے نوا کی بات سننے والے، غریب و بے کس کی دستگیری کرنے والے تم لوگ ہو۔ لیکن قرآن اُن مسلمانوں کو مخاطب فرما رہا ہے جنہوں نے تعلیمات بھی نبی کریم ﷺ سے لیں، کیفیات بھی نبی کریم ﷺ سے لیں۔ یہ بات اُن کی ہو رہی ہے۔ تو مُنونَ بالللّٰہ. اس لئے یہ سارے کام تم کرتے ہو کہ تمہارے ایمان کامل ہیں، تمہارے یقین کامل ہیں، تمہارے دلوں میں اسلام رچ بس گیا ہے، تمہارے قلوب منور ہیں نورِ نبوت سے، تمہاری پیشانیاں فروزاں ہیں جمال باری سے۔

سیماھُم فی وجوھِھم من اثر السجود. اُن کے سجدے رائیگاں نہیں جاتے بلکہ اُن کی پیشانیوں پر میری تجلیات کو رقصاں

دیکھ۔

میرے بھائی! ہم جتنی بحث کریں اور جتنی بات لمبی کر کے لائیں نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ وہ برکاتِ نبوت جو دلوں کو بسایا کرتی تھیں اُن سے ہمارے دل خالی ہو گئے ہیں اور جب تک کیفیات دل میں موجود نہ ہوں زبانی تعلیمات بندے پہ اثر نہیں کرتیں۔ اتنا ہی کرتی ہیں کہ چار بندے دیکھ رہے ہیں تو نماز پڑھ لی کوئی نہیں دیکھ رہا تو جانے دیا۔ اللہ کا سجدہ نہیں ہوتا وہ بندوں کا ہوتا ہے۔ جہاں سمجھا کہ یہاں پبلسٹی ہوگی وہاں بڑا زاہد وعابد نظر آئے اور جہاں سمجھا کہ کوئی دیکھنے والا نہیں وہاں چھٹی کر لی۔ یہ ہوتا ہے محض دماغ کا اور زبان تک اگر بات رہے۔ دل میں اُتر جائے تو پھر دیکھنے والا ہر وقت اپنے پاس موجود نظر آتا ہے۔ پھر لوگوں کو دکھانے کے لئے نہیں اُس ذات کریم کو دکھانے کے لئے ہوتا ہے۔ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے زمین آباد فرمائی تو یہ قتل کی ابتدا اُن کے بیٹوں سے ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو شہید کر دیا۔ قرآن کریم دونوں کی بات بتاتا ہے۔ قابیل کو غصہ آیا اُس نے کہا میں تجھے ماردوں گا' تجھے چھوڑوں گا نہیں' اُس نے کہا بھئی! دیکھو' تو مجھے اگر قتل کر دے گا تو میں تیرے قتل کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ آپ کیوں نہیں ہاتھ اٹھاؤ گے بھئی۔ اُس نے کہا میں فردہ حشر اللہ کے روبرو شرمندہ نہیں ہونا چاہتا۔ پیدا کرنا موت دینا اُس کا حق ہے' میں اُس کے حق میں مداخلت نہیں کروں گا۔ قابیل نے قتل کر دیا۔ تب سے اولاد آدم علیہ السلام میں قتل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ بھائی بھائی تھے نا۔ بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا تب سے اب تک ہوتے ہی آرہے ہیں۔ لیکن ہوتے تب ہیں کہ قابیل جیسی کیفیات دلوں میں آجاتی ہیں اگر ہابیل جیسی آجائیں تو پھر نہیں ہوتے۔ یہ کیفیت آجائے کہ مجھے فردہ قیامت اللہ کے حضور پیش ہونا ہے تو بندہ قتل کیسے کر سکتا ہے! قابیل نے وقتی اور لمحاتی بات سوچی تھی کہ اب جو کچھ ہے وہ تو تجھے مار کے میں حاصل کر لوں گا بعد میں دیکھی جائے گی۔

اب جب آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے تو دیکھیں کتنی عجیب بات ہے فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمته اللعلمین۔ جہاں تک اللہ کی خدائی ہے' اللہ کی مخلوق ہے' جہاں تک کائناتیں ہیں' جہاں تک عالم ہیں تمام جہانوں تمام عالموں کے لئے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ روشنی کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دس بائی بارہ فٹ (12x10) کی کوٹھڑی ہے روشنی کرنی ہے تو کتنا بلب لگے گا۔ بیس چوبیس (20x24) کی ہے تو کتنا لگے گا۔ اور اگر تیس بائی ساٹھ (60x23) کا ہال ہے تو ایک ہی بلب لگانا ہے تو کتنا لگے گا اور اگر ساری خدائی ساری زمین روشن کرنی ہے تو کتنی طاقت ہونی چاہئے اور اگر جہاں تک عالم ہیں سب عالمین کو روشن کرنا ہے تو کتنی قوت چاہئے۔ یہ ساری قوت ہے سینہ اطہر محمد رسول اللہ ﷺ۔ جس نے سب جہانوں کو روشن کرنا ہے۔ سب زمانوں کو روشن کرنا ہے اور ہمیشہ کے لئے روشن کرنا ہے اور اگر اُس سراج منیر کی روشنی ماند پڑ جائے تو تباہی اور اندھیرا تو ہوگا۔ کیا بنیادی طور پر اُس سراج منیر کی برکات میں کمی آگئی یا حاملین برکات نالائق اور کمزور ہو گئے! جرم کس کا ہے اگر تو رسول اللہ ﷺ کی برکات میں کمی آگئی ہے تو یہ جرم اللہ کا ہے اللہ کے حبیب ﷺ کا ہے۔ معاذ اللہ کلمہ کفر جو ہے "نقل کفر کفر نباشد" اللہ پناہ دے لیکن اللہ کے بنائے ہوئے تو نظام میں کہیں رائی برابر خلل نہیں آیا۔ ویسے ہی سورج طلوع ہوتا ہے' ویسے ہی رات آتی ہے' ویسے برکات آتی ہیں' ویسے گھاس اُگتی ہے ویسے ساری کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ اگر ایک ایک لمحہ سورج کی رفتار میں کمی ہوتی تو ہر شے تباہ ہو جاتی یہ تیز ہو جاتا ہے تو بھی تباہ ہو جاتی ہے کم ہوتا رہتا روزانہ تو آج تک کیا ہو چکا ہوتا۔ قریب آتا رہتا یا دور ہٹتا رہتا۔ تو ہر چیز اپنی جگہ اپنا کام کر رہی ہے۔ تو کیا وہ سورج جو سارے جہانوں کے لئے نہ صرف اس عالم کے لئے بلکہ ہر عالم کے لئے' وہ عالم خلق

ہے' عالم امر ہے' عالم دنیا ہے' برزخ ہے آخرت ہے جنت ہے زمین ہے ہر عالم کے لئے رحمت مجسم ہے محمد رسول اللہ ﷺ ۔ وہاں کمی آئے تو عالم تباہ ہوں تو ہوں ہم تو ذمہ دار نہیں ہیں۔ لیکن وہاں تو کمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ بھیجنے والے نے ہمیشہ کے لئے کامل و مکمل و اکمل بنا کے بھیجا ہے تو پھر یہ تباہی اور ظلمت جو پھیل رہی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ میں اور آپ ہیں! ہم جو اپنے علامہ ہونے کے مُدعی ہیں' ہم جو اپنے بڑے اچھا مقرر ہونے کے مدعی ہیں' ہم جو پیر صاحب ہونے کے مدعی ہیں' ہم جو اہل علم ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں' ہم نے کتنے دلوں کو روشن کر دیا؟ کیا ہم نے اپنے سینے میں وہ روشنی باہم پہنچائی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ اطہر سے تقسیم ہوئی اور کیا ہم نے اتنی باہم پہنچائی کہ آگے دلوں کو روشنی دے سکے؟ اگر نہیں تو مجرم ہم ہیں اور یہ جرم معمولی نہیں ہے کہ اللہ کی مخلوق کو تباہی میں دھکیل دیا جائے۔ وہ مالک الملک ایک ایک جان کا حساب لے گا۔

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

یہ اتنی آسان بات نہیں ہے مسلمانی اور اسلام یہ ہے کہ برکاتِ نبوت ﷺ سے سینے معمور ہو جائے۔ پھر زبان پہ بات جاری ہو تو اپنی نہ ہو۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو۔ نگاہ دیکھے تو حضور ﷺ کے حوالے سے' دل سوچے تو حضور ﷺ کے حوالے سے' دماغ میں خیال آئے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے' دیکھیں امن قائم ہوتا ہے کہ نہیں اور اگر آپ یہ راستہ نہیں اپنائیں گے تو دنیا بھر کی ساری کاوشیں کر کے دیکھ لیجئے بدامنی بڑھتی جائے گی۔ روئے زمین پر امن کب تھا بعثت عالی ﷺ سے پہلے۔ پوری دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کر اقوام عالم کی تاریخ پڑھیے۔ آپ کو سب کچھ ملے گا سوائے امن اور سلامتی کے ۔اور پھر جہاں جہاں اسلام اور مسلمان پہنچتے گئے وہاں سے ظلم اور جور' دہشت گردی آج کی زبان میں مٹتی چلی گئی اور امن قائم ہوتا چلا گیا۔ آج بھی قیام امن کے لئے برکات نبوی ﷺ کی ضرورت ہے اور اُس نور کی ضرورت ہے جو سینوں میں بستا ہے اُسی روشنی کی ضرورت ہے جو دلوں میں اُجالا کرتی ہے اور اُن برکات کی ضرورت ہے جو انسان کے سینوں کو آباد کر دیتی ہیں اور اُن برکات کی ضرورت ہے جو بندے کو سراپا محبت بنا دیتی ہیں۔

میرے بھائی! کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا ہے ہم بڑا احسان کرتے ہیں ہم بچوں سے محبت کرتے ہیں لیکن ہماری محبت یہ ہوتی ہے کہ اُس کی صحت اچھی ہو اچھا پڑھ جائے کل کو پیسے کما کر ہمیں دے اور پڑھا لکھا کر یا وہ کما کر نہیں دیتا محبت کہاں جاتی ہے پھر تو ہم بددعائیں دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے محبت نہیں تھی کاروبار تھا' صحیح نہ لگا اُس میں نقصان ہو گیا۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں اگر والدین کو اولاد سے بھی محبت نہیں ہے پھر کس کو کس سے ہو گی؟ اور یہ واقعہ ہے۔

محبت نصیب ہوتی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر ﷺ سے اور جب تک دلوں کے برتن اُس بارش کے اُس ابر کرم کے سامنے نہ رکھے جائیں محبت نصیب نہیں ہوتی کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم. لوگو! تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے تمہارے دلوں میں محبتوں کے دریا بہا دیے۔ فاصبحتُم بنعمتہ اخواناً. اللہ کے انعام سے تم بھائی بھائی ہو گئے ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے' ایک دوسرے کی شکل نہیں ملتی' رنگ نہیں ملتا' خوراک الگ ہے' لیکن ایک دوسرے پر جاں نثار کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ محبتیں نصیب ہوئیں' معدن محبت محمد رسول اللہ ﷺ کے در سے۔ تو میرے بھائی! اللہ کریم کا احسان ہے کہ اُس محبت کی تلاش میں' برکات نبوی ﷺ کی تلاش میں قلبی کیفیات کی تلاش میں ہمیں توفیق بخشی کوئی چند لمحوں کے لئے کوئی چند دنوں کے لئے کوئی چند ہفتوں کے لئے تشریف لایا۔ اللہ کروڑوں کروڑوں رحمتیں کرے اُس ذات پر جس وجود نے ہمیں اس طرف رہنمائی

فرمائی، ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہمیں یہ طریقہ سکھایا اور چودہ صدیوں کا سینہ چیر کر ہم جیسے بدکاروں کو حضور مصطفیٰ ﷺ کھڑا کر دیا۔

صد ہزاراں جان برخدمت فدا
کہ رسانیدی حضور مصطفیٰ ﷺ

اللہ کے اُس بندے نے ان عمارتوں کی بنیاد رکھی۔ یہ میرا اور آپ کا کوئی کمال نہیں اللہ کے اُسی بندے نے یہ مراکز بنائے اور اللہ کے اُسی بندے نے ہمیں اللہ کا نام لینا سکھایا اُس بندے کی اپنی ساری عمر مجاہدوں میں گزر گئی اور ہم جیسے بدکاروں کو سوا چودہ سو سال کی وہ پہلے کی برکات لاکر ہمارے سینوں میں بسا دیں۔ ہم نے تو یہ شکر ادا کیا اور یہ شکریہ ادا کیا کہ اُس کی بنائی ہوئی جماعت کو توڑنے کے لئے ابھی کوششیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہم کیسے لوگ ہیں، ہم کیا ہیں۔ مسلمان تو اللہ کا مقرب ہوتا ہے۔ کیا ہم بنی آدم ہیں بھی؟ جنگلی جانور کو اگر کوئی ''سدھا'' لے تو وہ چیرنا پھاڑنا چھوڑ دیتا ہے اور اُس بندے کے پیچھے پھرتا رہتا ہے اور ہمارے ان ظلمت کدوں تک جس بندے نے انوارات محمد رسول اللہ ﷺ پہنچائے اُس کو کیا صلہ ہم دیتے ہیں کہ اس تسلسل کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔ کیا یہی بدلہ ہے؟ کیسے لوگ ہیں ہم؟ ہم کیا لوگ ہیں؟ اور یاد رکھو! خوش نصیب ہیں وہی کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی ارب پتی ہے تو اربوں چھوڑ کر مر جائے گا، کوئی حاکم ہے تو حکومت چھوڑ کر چلا جائے گا، کوئی دولت مند ہے تو دولت چھوڑ کر چلا جائے گا، کوئی جاگیردار ہے تو جاگیر چھوڑ کر چلا جائے گا، لیکن جس کے دل میں ایک ذرہ بھی برکات محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے وہ اپنی عزت اپنا مقام اور اپنا ذرہ ساتھ لے کر جائے گا، گم کرکے نہیں۔

دولت مند وہی ہے جسے دردِ محبت دردِ دل اور دردِ عشق نصیب ہو گیا اور یہ محفل کوئی اس لئے نہیں ہے کہ ہم کسی کو دکھا سکیں جی ہمارے پاس اتنے لوگ ہیں یا کسی کو بتا سکیں یا لوگوں سے چندہ کر سکیں۔ کچھ بھی نہیں، ایک ہی حسرت ہوتی ہے اور ایک ہی درد ہوتا ہے دل میں کہ یہ اللہ کے بندے درد دل لے کے جائیں، ہر بندہ جو آئے وہ خالی نہ جائے۔ لیکن یاد رکھیں! یکطرفہ کوشش سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں کسی سفارش کی ضرورت نہیں ہے، کسی واسطے وسیلے کی ضرورت نہیں ہے خط لکھتے ہیں بڑا لمبا تعارف میں نے فلاں بیعت کی بھئی! یہ کیوں لکھتے ہو! لکھتے مجھے کہ میرا یہ کام ہے، بات ختم ہوگئی۔ جس مقصد کے لئے خط لکھتے ہو۔ میرے بھائی وہ لکھا کرو اور میں آپ کو بتادوں کہ یہ پہلے جو آپ ہسٹری لکھتے ہیں میں پڑھا نہیں کرتا۔ میں صرف وہ فقرہ جا کر پڑھتا ہوں کہ اس بندے کو میرے ساتھ کام کیا ہے۔ میں یہ نہیں دیکھتا بندہ کون ہے، وہ جماعت کا ہے یا نہیں ہے، وہ اللہ اللہ کرتا ہے یا نہیں ہے، وہ دوست ہے یا دشمن ہے۔ اُس نے مجھے خط لکھا ہے، اُسے میرے ساتھ کوئی کام ہے، وہ کام کیا ہے اور مجھے اللہ توفیق دے تو میں وہ پورا کروں گا اس لئے یہ لمبے خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میرا والد بھی جماعت کا ساتھی تھا پھر میں اتنے عرصے سے ہوں۔ فلاں سال میں میری بیعت ہوئی بھئی بات مختصر لکھو مجھے یہ کام ہے، قصہ ختم۔ سب باتوں کا مجھ پہ کوئی اثر نہیں ہوتا الحمد للہ ان سب باتوں کی ضرورت بھی نہیں ہے کسی حوالے کی کسی شخص کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جس قابل ہوں یہ میری ذمہ داری ہے کہ ہر آنے والے کا دل سیراب کر دوں۔ اُس میں میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں اس کا مجھ سے حساب ہوگا۔ آپ پر احسان نہیں ہے میرا۔ یہ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ میرے بندوں کے کتنے کام آسکے ہو تم۔ تمہارے پاس جو دولت تھی وہ کس کس تک پہنچی اس کا حساب مجھے دینا ہے۔ کسی پر میں احسان نہیں کر رہا۔ الحمد للہ میری راتیں میرے دن، یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ میرے ہر کام میں اولیت اس کام کو ہوتی ہے۔ لیکن آپ کو بھی اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ یہ یہاں نہیں ہے کہ آپ یہاں آئے اور ہفتہ رہے اور بخشے گئے، آپ نے دیگیں پکائیں بانٹ

دیں اور بخشے گئے' آپ نے عرس مبارک کر دیا اور بخشے گئے۔ بھئی! بخشانہ بخشا اُس کا کام ہے۔ ساری کائنات کو بخش دے تو کون اُس کے دست قدرت کو روکے گا' اُس کی عطا کو کون روکے گا! بخشانہ بخشا اُس کا کام ہے' دیکھنا یہ ہے کہ کس مقصد کے لئے آئے اُس میں سے کتنا حاصل کیا' کیا کمی رہ گئی ہے اُس کے لئے پھر آؤ' یہ تمہارا گھر ہے میرا نہیں ہے یہ اللہ کا گھر ہے اللہ کے حبیب ﷺ کا گھر ہے یہ تمہارے شیخ کا گھر ہے' تمہارا بھی گھر ہے۔ آج میری ذمہ داری ہے کل کوئی اور ہوگا۔ لیکن یہ دعا کیا کرو کہ اللہ مجھے بھی استقامت دے اور کوئی اور آئے تو اللہ اُسے بھی قائم رکھے۔

میں یہ بات آپ کو بتا دوں کہ جانے والے خود محروم ہونگے کوئی جانے والا اس سلسلے کو روک نہیں سکے گا۔ یہ انشاء اللہ العزیز چلتا چلا جائے گا' یہ درد بٹتا چلا جائے گا' یہ محبتیں تقسیم ہوتی چلی جائیں گی' ظہور مہدی تک انشاء اللہ تقسیم ہوتی چلی جائیں گی' یہ ختم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حقیقی درد دل ہے یہ واقعی برکات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کوئی خود ساختہ بات نہیں ہے۔ خود ساختہ باتیں ختم ہو جاتی ہیں' حقائق ختم نہیں ہوتے یہ اللہ کی دین ہے اور اس پر ہزاروں زندگیاں محنتیں کر کر کے قربان ہوگئی ہیں۔ کتنے لوگوں نے اپنی راتوں کی نیندیں قربان کیں اور کتنے لوگوں نے زندگی کے سارے مشاغل قربان کیے' کتنے حضرات کی عمریں لگ گئیں۔ وہ خوش نصیب تھے اچھا سودا کیا انہوں نے زندگی ہار گئے اور بقا لے گئے' عارضی زندگی ہار گئے اور دائمی زندگی جیت گئے۔ لیکن یاد رکھو میرے بھائی! یہ کوئی محض آنا جانا ملنا ملانا یہ کوئی بات نہیں ہے۔ اپنا محاسبہ کرو یار تمہاری سوچ کتنی بدلی' تمہارا کردار کتنا بدلا' تمہارا عمل کتنا بدلا' تمہارے دل میں درد دل کتنا آیا' تمہارے دل میں محبتیں کتنی پیدا ہوئیں' تم کس کس کا بھلا چاہنے والے بن گئے۔ اگر تو تم مخلوق کا بھلا چاہنے والے بن گئے ہو تو تم بدل گئے اور اگر وہی لاٹھی وہی تم اور وہی توڑ پھوڑ ہے تو پھر نہیں بدلے۔ میرے بھائی!

ہماری بہنیں ابو غریب جیل سے خط لکھتی ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور ہمارے بھائی کہاں ہیں۔ ہماری مائیں اور بیٹیاں بے آبرو ہوتی ہیں کشمیر میں تو ہمیں پکارتی ہیں' فلسطین میں معصوموں کے جنازے زبانِ حال سے ہمیں پکارتے ہیں لیکن ہم کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہیں ہم کسی کی کیا سنیں گے۔ ہم کہ اپنے حال سے الگ بیٹھے ہیں' ہمیں خود خبر نہیں کہ ہم اپنے آپ کو کسی دلدل میں دھنسائے چلے جا رہے ہیں تو دلدل میں پھنسا ہوا کسی کے کیا کام آئے گا!

ایک یتیم بچی نے راجہ داہر کے قید خانے سے خط لکھا۔ والی بصرہ تک پہنچا۔ مسلمان افواج آئیں صرف ایک بچی کو آزاد نہیں کرایا' کہاں سے ہندوستان کے مغرب سے داخل ہوئیں اور پورے برصغیر کو نور ایمان سے منور کر دیا۔ ہزاروں دلوں کو کفر کی ظلمت سے چھڑایا گناہوں کی دلدل سے نکالا' ظلم و جور سے چھڑایا اور گہوارہ امن بنا دیا' اور ہر ذرے سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں آنے لگیں۔

ہمارا پیشہ بن چکا ہے کشمیر کے لئے چندہ جمع کرو' کابل کے لئے چندہ جمع کرو' فلسطین کے لئے چند جمع کرو' پیسے اکٹھے کرو' کھاؤ پیو موج کرو۔ اس کے علاوہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ کیوں نہیں کیا آپ کشمیر جاتے ہیں' یہاں سڑک پہ روز جو مرتے ہیں اُن کی دستگیری کیوں نہیں کرتے؟ بازار میں روز جو قتل ہوتے ہیں اُن کا کیا ہوتا ہے؟ تو جس کے گھر پہ قتل عام ہو رہا ہے اُس سے یہ اُمید رکھی جائے کہ وہ دوسرے ملک میں جا کر مظلوموں کی مدد کرے گا! کیسے کرے گا' اپنے گھر میں تو کسی کو بچا نہیں سکا۔ یہ وقت ہے میرے بھائی اپنی ذات کو تولنے کا' انفرادی سوچ الگ الگ سب سے پہلے آپ اپنے کو جانچنے کا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کرنا کیا چاہئے۔ اگر یہ سوچ بیدار ہو جائے تو یہ پندرہ کروڑ آدمیوں کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ایک لمحے کی بات ہے کہ یہ سوچ یہ فکر بیدار ہو جائے اور یہ سوچ یہ فکر جن سینوں میں روشن ہوگئی

اُن کے ذمے ہے کہ اس روشنی کو عام کریں تاکہ ظلم وجور کی تاریکی مٹ سکے۔

ہم حکومت چھیننے کے لئے بیقرار ہوتے ہیں' خزانے پہ قابض ہونے کے لئے بیقرار ہوتے ہیں میرے بھائی! خزانہ لے لو' حکومت لے لو کچھ نہیں ہوگا جب تک دلوں میں عشق محمد رسول اللہ ﷺ کی شمع فروزاں نہیں کرو گے۔ اللہ کریم آپ کو نصیب فرمائے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ضرور اپنا محاسبہ کیجئے کہ اس اجتماع میں آ کر کیا کھویا کیا پایا' میں کیا تھا مجھ میں کتنی تبدیلی آئی' آنی کتنی چاہئے تھی۔ توقع کیا تھی اور کتنی تبدیلی نصیب ہوئی۔ اگر کمی رہ گئی ہے تو پھر آؤ پھر پھر آؤ لیکن یاد رکھو! اس نعمت کو حاصل بھی کرو اور اس کو آگے پہنچاؤ بھی' اسے بانٹو بھی دل ویران ہو چکے ہیں' دلوں میں جھاڑ جھنکار اُگ گئے ہیں' دلوں میں نفرتیں آ گئی ہیں' دلوں میں سانپ لیٹے ہوئے ہیں ایک دوسرے کو کاٹ لینے کو جی چاہتا ہے اور یہ اس عہد کا افضل ترین جہاد ہے کہ مسلمانوں کو اُن کی کھوئی ہوئی دولت یاد نہ دلاؤ صرف بلکہ وہ دولت اُن کے گھر پر پہنچاؤ کہ یہ برکات نبوت ﷺ عام ہوں گی یہ دلوں کو سیراب کریں گی' دلوں میں محبت پیدا ہوگی تو جور وظلم مٹے گا' ظلمت مٹے گی اور روشنی آئے گی۔

اس بات پہ نہ رہو کہ میں تو بڑا پہنچا ہوا بزرگ ہوگیا۔ اللہ خود بڑا ہے اور اُس کے سامنے کوئی بڑا نہیں۔ وہ حساب لینے والا ہے اور ساری مخلوق حساب دینے والوں میں ہے کہ جب محاسبے کا وقت آئے گا تو پتہ تب چلے گا کہ تم پیر صاحب تو بنے رہے' گھٹنوں کو ہاتھ لگواتے رہے اور ہاتھوں کو بوسے دلواتے رہے' کیا کیا ہے! کتنوں کے بگڑے ہوئے دل سنوارے' کتنوں کے سینے منور کئے' کتنوں کو بُرائی سے ہٹا کر نیکی پر لگایا' مجھ سے بھی ہوگا یہ سوال آپ پر بھی ہوگا کہ میں نے تجھے پتہ بتایا میں نے تمہیں ایسی محفل میں پہنچایا وہاں سے تو نے کیا پایا اور پایا تو کہاں تک پہنچایا۔ یہ محض جذباتی باتیں اور محض جذباتی تقریر کی ضرورت نہیں ہے یہاں یہ عملی باتیں ہیں کرنے کی باتیں ہیں اور سب سے پہلے بندہ اپنی تبدیلی کو دیکھے' اپنی سوچوں کی تبدیلی مثبت ہے تو اُس مثبت کو آگے پہنچائے جہاں کمی ہے اُس کے لئے اور محنت کرے۔ زندگی کا سرمایہ کسی کے پاس بیلنس شیٹ نہیں ہے کہ کتنا باقی ہے کوئی لمحہ بھی آخری لمحہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اللہ کریم نے جنہیں فرصت دی زندگی دی مہلت دی اُن کے لئے تو اگلے سال پھر اجتماع ہوگا لیکن بڑا فاصلہ ہے سال' اجتماع ضروری تو نہیں' کبھی ہم نے انتظار کیا ہے کہ بھوک تو لگی ہے لیکن اگلے سال فلاں شادی ہوگی تو کھانا کھائیں گے۔ اجتماع ضروری نہیں ہر لمحہ اجتماع ہے' ہر گھڑی اجتماع ہے اور ہر وقت دروازے کھلے ہیں۔ جب ضرورت سمجھو جب فرصت ملے ضرور آؤ۔ محنت کرو' مجاہدہ کرو اس دولت کو پاؤ اور اس دولت کو عام کرو۔ یہی اسی عہد کے مسلمانوں کی دوا ہے۔ ہر دانش ور اپنی رائے دیتا ہے ہر محقق اپنی تحقیق بتاتا ہے ہر حکمران اپنی بات سوچتا ہے۔ ہم نہ حکمرانوں میں نہ دانش وروں میں نہ محققین میں ہم تو چوکیدار ہیں اُس بارگاہ کے اور ہمارا چھوٹا سا کام ہے۔ اتنا سا کام ہے کہ عطا وہاں سے ہوتی ہے' جو خواہش مند آئے اُس تک وہ بات وہ چیز وہ کیفیت پہنچا دیں اور انشاء اللہ العزیز زندگی کا ہر لمحہ یہ مشن جاری رہتا ہے اور کبھی آئیں کسی وقت آئیں کتنا وقت لے کے آئیں لیکن میرے بھائی یہ یاد رکھیں! تباہی تو پورے ملک میں ہے آپ کی ذمہ داری پوری دنیا کو سنبھالنے کی ہے۔ مومن کی ذمہ داری روئے زمین پر عدل وانصاف قائم کرنے کی ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے شہروں میں ہمارے گھروں میں ہمارے آپس میں امن نہیں قائم ہو رہا۔ فساد کرنا تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے فساد کوئی بھی کر سکتا ہے۔ بُرائی کرنا کمال نہیں ہے بُرائی کوئی بھی کر سکتا ہے بُرائی کے مقابلے میں نیکی کرنا اور فساد کے مقابلے میں امن قائم کرنا ایک کارنامہ ہے' ایک کام ہے وہی کر سکتے ہیں جنہیں اللہ توفیق دیتا ہے

اور جن کے دل اور سینے نور نبوت ﷺ اور برکات محمد رسول اللہ ﷺ سے منور ہوتے ہیں۔ میری' آپ کی' ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس درد دل کو زیادہ سے زیادہ حاصل کریں' زیادہ سے زیادہ تقسیم کریں اور

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ؐ سے اُجالا کر دے

اب تو تاریکیاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ گھروں میں نہیں افراد میں دلوں میں سینوں میں گھس آئی ہیں۔ برکات نبوتؐ ہی ان کا جواب ہے برکات نبوتؐ ہی ان کا مقابلہ کرنے کی قوت ہے۔ میرے بھائی! پورے خلوص سے پوری محنت سے پوری دیانت داری سے یہ برکات حاصل کرو۔

مجھے اگلے دن ایک خط آیا انٹرنیٹ پہ آیا انگریزی میں تھا کافی لمبا تھا۔ باہر سے کسی ساتھی نے بھیجا' اُس نے بڑا لمبا لکھا حاصل اُس کا یہ تھا کہ میں کمزور پڑ رہا ہوں' میں چھوڑ رہا ہوں' میرے ذکر قضا ہونے لگ گئے ہیں' نمازیں قضا ہونے لگ گئیں ہیں' ذکر چھوٹنے لگ گئے ہیں اور میں گناہ کی طرف جا رہا ہوں۔ تو میں نے اُسے ایک جملے میں جواب دیا۔ صرف ایک جملہ لکھا "It`s Your Choice"۔ اللہ نے پسند کا اختیار دیا ہے۔ تمہیں بھی پسند کا اختیار ہے' تمہاری اپنی پسند۔ ہمارا کام تھا دیار کفر میں تم تک اللہ کا نام پہنچایا' دیار کفر میں تم تک محمد رسول اللہ ﷺ کی برکات پہنچائیں' دیار کفر میں تم تک خالص اور کھرا دین پہنچایا۔ اب اگر تمہاری چائس کافروں کی طرف جانے کی ہے تو اُسے روکنے کا ہمیں اختیار نہیں' پسند کا اختیار تو اللہ نے دیا ہے۔ انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ یہاں بیٹھے ہوئے ان درو دیوار سے برکات نبوی ﷺ روئے زمین پر تقسیم ہو رہی ہیں اور یہ سلسلہ عالیہ کی فضیلت ہے۔ یہ پہلا سلسلہ ہے جس نے انٹرنیٹ پر روئے زمین کو ایک مرکز سے وابستہ کر رکھا ہے اور صبح شام دو وقت "اللہ اللہ" کی محفلیں روئے زمین کے ساتھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ اُس کا احسان ہے' الحمدللہ اُسنے توفیق بخشی اب اگر کوئی محروم رہتا ہے یا اُدھر جانے کی پسند کر لیتا ہے تو وہ بڑا بے نیاز ہے جو اُس کی طرف پشت کرتا ہے وہ اُس کی منتیں کرنے نہیں جاتا۔ منتیں تو ہمیں کرنی چاہئیں' ہم بے رُخی دکھائیں گے تو اُس بے نیاز کو کیا ضرورت ہے کہ ہمیں پکڑ کر لے جائے' اُس کا کیا بگڑ رہا ہے؟

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

بیٹھنے کون دے ہے پھر اُسی کو
جو تیرے آستاں سے اُٹھتا ہے

تو میرے بھائی! آپ لوگوں پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ کو توفیق بخشی' اجتماع میں شرکت کی' اللہ اللہ کی' یہ بہت بڑا مقام ہے کہ اللہ اللہ کی توفیق نصیب ہو جائے۔ دلوں میں وہ روشنی آئے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر سے تقسیم ہوئی تقسیم ہو رہی ہے تقسیم ہوتی رہے گی۔ معیار اُس کا یہ ہے کوئی ذرہ نصیب ہو جائے تو آدمی منفی سے مثبت کی طرف بدلنے لگ جاتا ہے۔ اپنے آپ کو پرکھنے کا سلیقہ بھی یہ ہے کہ مجھے کتنا نصیب ہوا اور میں کتنا تبدیل ہوا۔ اللہ پاک سب کے سینوں کو منور فرمائے' سب کے دلوں کو اپنی ذات کی محبت سے اور محبت پیامبر ﷺ سے لبریز فرمائے' اتباع نبوت ﷺ اور اتباع صحابہ کرام رضوان اللہ ﷺ اجمعین نصیب فرمائے اور اس ملک کو امن کا گہوارہ بنا دے اور روئے زمین پر ظلم کے خلاف امن قائم کرنے والوں میں سے بن جائے۔ اللہ کریم آپ سب کا آنا جانا قبول فرمائے' سب کو توفیق ارزاں فرمائے اور سب کو دین پہ زندہ رکھے' دین پر موت دے اور دینداروں کے ساتھ حشر فرمائے

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے فی البدیہہ

خطبات پر مشتمل زیر طبع تفسیر قرآن حکیم

''اکرم التفاسیر''

سے اقتباس.........

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 19-08-2005

الحمدللّٰہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ

محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

وقالتِ الیھُودُ لیستِ النصٰرٰی علیٰ شیٍٔ وَّقالَت

النصٰرٰی لیستِ الیھودُ علیٰ شیٍٔ وھُم یتلونَ الکتبَ.

کذٰلِکَ قالَ الذینَ لا یعلمُونَ مثلَ قولِھِم. فاللّٰہ یحکُمُ

بینھُم یومَ القِیٰمتہِ فیما کانوا فیہِ یختلفونَo

اللھُم سبحٰنکَ لا علملنا الا ما علمتنا انک انت العلیم

الحکیم

مولای صل وسلم دائما ابداً

علی حبیبک من زانت بہ العُصُرُ

جس قدر بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں اُن میں جتنے مضامین ہیں اُن کو دوطرح سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ اُن مضامین کا ہے جن کو''خبر'' کہا جاتا ہے مثلاً اللہ واحد ہے لاشریک ہے یہ خبر ہے' فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں یہ خبر ہے' آخرت ہے اُس میں حساب کتاب ہوگا' قیامت کا دن ہے یہ خبر ہے' جنت ہے دوزخ ہے یہ خبر ہے' ایک حصہ تمام کتابوں کا خبر پہ محیط ہے دوسرا حصہ ''احکام'' ہیں اوامر ونواہی۔ تمام آسمانی کتابیں اللہ جل شانہٗ کی عظمت کی شاہد ہیں کہ جتنی بھی کتابیں جتنے بھی صحیفے نازل ہوئے خبر سب نے ایک ہی دی۔ اللہ کی ذات کے بارے اُس کی صفات کے بارے' آخرت کے بارے' جتنا حصہ خبروں کا تھا وہ سب کتابوں میں ایک جیسا تھا۔ احکام ہر اُمت کے لئے مختلف تھے۔ خبر اگر بدل جائے تو دونوں خبریں صحیح نہیں ہوسکتیں پہلے ایک خبر آئی پھر دوسری اُس کے خلاف آ گئی تو دو میں سے ایک درست ہوگی ایک غلط ہوگی۔ احکام وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت کے لئے ایک حکم درست ہے' دوسرے وقت کے لئے دوسرا حکم درست ہوتا ہے۔ احکام لوگوں کی استعداد' صورتِ حال' زمانے کے حالات' وقت کے تقاضے کے مطابق' اللہ کی پسند اُس کی اپنی رضا سے تبدیل ہوتے رہے لیکن اخبار میں تبدیلی ممکن ہی نہ تھی ہر نبی کے کلمے کا پہلا جزو لا الہ الا للّٰہ ہی رہا۔ لیکن انسان جب اپنی خواہشات کا اسیر ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو اپنی انا کی تسکین کا سبب بناتا ہے۔ کسی کے پاس عہدہ ہوتا ہے' ہر عہدے کی بھی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ کسی عہدے دار کو بھی فرعون نہیں بننا چاہئے اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کریم نے مجھے جو مرتبہ جو مقام دیا

ہے اُس میں ذمہ داریاں ہیں' اُس میں جس حکومت نے عہدہ دیا ہے اُس کے حقوق کا تحفظ بھی ہے جو لوگ میرے ماتحت دیئے گئے ہیں اُن کے حقوق کا تحفظ بھی میرے ذمے ہے اور جتنا کسی کا عہدہ بڑا ہوتا ہے اتنی اُس کی طرف سے خدمات دونوں طرف بڑھ جاتی ہیں۔ وہ لوگوں کی خدمت بھی کرتا ہے اور حکومت کی خدمت بھی کرتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا **سید القوم خادمهم. او کما قال رسول الله** ﷺ کہ قوم کا جو سردار ہوتا ہے درحقیقت وہی خدمت گار ہوتا ہے قوم کا۔

لیکن بدنصیب اس عہدے کو اپنی انا کی تسکین کا سبب بناتے ہیں بے ضابطگیاں کرتے ہیں ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور دونوں طرف سے چور قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح کسی کے پاس دولت آجاتی ہے اب اُس دولت کے بل بوتے پر دوسرے لوگوں کو غلام بنانا چاہتا ہے' اُن کے حقوق پہ ڈاکہ مارنا چاہتا ہے' رشوتیں دے کر وہ چیزیں حاصل کرنا چاہتا ہے جو دوسروں کا حق ہیں اُس کا حق نہیں بنتیں۔ حالانکہ دولت ہمیشہ جس کے پاس بھی ہوتی ہے وہ ساری اُس کی نہیں ہوتی۔ اُس میں بے شمار لوگوں کا حصہ ہوتا ہے اور اللہ آزمائش کرتا ہے آزماتا ہے ایک بندے کو دے دیتا ہے۔ پہلے تو اُس پہ زکوۃ واجب ہے' کتنے مستحقین کا حصہ اُس میں ہے پھر صدقات ہیں اور اگر لوگوں کے حق ادا نہیں کرتا تو پھر اُس سے کئی گنا زیادہ ڈاکٹروں کو دینا پڑتا ہے وکیلوں کو اور عدالتوں کو دینا پڑ جاتا ہے وہ ساری اُس کے پاس رہتی نہیں ہے وہ تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اپنی پسند سے کرے' ثواب بھی ملتا ہے دنیا کی عزت بھی ملتی ہے آخرت کی عزت بھی ملتی ہے اُس پر سانپ بن کر بیٹھ جائے تو یہیں سے رسوائی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس علم ہوتا ہے' علم سب سے بڑی دولت ہے اور یاد رکھیں جب علم کی بات آتی ہے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا العلم علمانُ۔ علم کی دو اقسام ہیں العلم علمان۔ علم دو طرح کا ہے علم الادیان وعلم الابدان۔ دین کا علم Normative Sciences کا علم اور فزیکل سائنس کا علم۔ علم الادیان وعلم الابدان۔ عقائد' نظریات' اقدار' عبادات' اعمال' کردار یہ سب Normative Sciences ہیں جو فزیکلی نظر نہیں آتیں۔ ان کی حدود وقیود کہ کہاں سے شروع ہوتی ہیں کہاں پہ ختم ہوتی ہیں۔ لیکن علم ہر بندے کے لئے حدود وقیود متعین کر دیتا ہے۔ نظر نہیں آتیں لیکن زبان کی حد متعین ہے' قول کی حد متعین ہے' فعل کی حد متعین ہے' فکر کی نظریے کی حد متعین ہے۔ یہ آدھا علم ہے۔ آدھا علم ہے فزیکل سائنس' علم الابدان۔ جو نظر آتا ہے اور آج جس بھنور میں پاکستانی قوم پھنسی ہوئی ہے اور ہماری سب سے بڑی مصیبت وہ یہ ہے کہ جس کے پاس علم الادیان ہے وہ علم الابدان سے واقف نہیں اور جس نے علم الابدان حاصل کیا اُس نے علم الادیان کو چھوڑ دیا۔ دونوں جائز ہیں جھگڑا اس لئے ہوتا ہے کہ علم دونوں طرف نامکمل ہے اور علم کا نہ ہونا بھی جہالت ہے لیکن علم کا ادھورا ہونا اُس سے بہت بڑی جہالت ہے کہ ادھورے علم والا خود کو عالم سمجھ کر فیصلے کرتا ہے اور اُس کے فیصلے نامکمل ہوتے ہیں جس طرح ایک اصطلاح ہے نا کہ

"نیم حکیم خطرہ جان نیم ملاں دشمنِ ایمان"

تو اُدھورا علم جو ہے وہ نقصان دیتا ہے ہماری اس وقت کی مصیبت پاکستان کی جو ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے جنہیں علم دین کی طرف لگایا انہیں صرف دین کا علم پڑھایا اور جنہیں نصابی علوم کی طرف لگایا انہیں صرف نصاب پڑھایا۔ اب پاکستانی قوم میں دو دھڑے بن گئے ایک ملاں کا ایک بابو جی کا۔ ملاں' بابو جی کو نکیل ڈالنا چاہتا ہے اور بابو جی ملاں کو نکیل ڈالنا چاہتے ہیں۔ لڑائی اس پہ ہو رہی ہے' دونوں کے پاس آدھا آدھا علم تو ہے اب مولانا کے پاس جو ہے وہ قرآن وحدیث کا علم ہے۔ اللہ کا دیا ہوا خزینہ ہے لیکن بھائی سارا قرآن حفظ کر لو تو کیا آپ گاڑی ڈرائیو کر لو گے؟ وہ تو الگ سے سیکھنا پڑے گا کہ گاڑی

کیسے چلانی ہے۔ کوئی حافظ حدیث ہو جائے تو کیا جہاز اڑا لے گا؟ جہاز اُڑانا سیکھنا پڑے گا' بندوق چلانی سیکھنا پڑے گی' کاشتکاری سیکھنا پڑے گی۔

ایک دفعہ یہاں بیٹھے گندم صاف کررہے تھے تو اسلام آباد ایک بہت بڑا مدرسہ ہے اُس کے مہتمم صاحب تھے اُن کے ساتھ دو علماء اور بھی تھے اب پاکستان میں چوٹی کے علما ہیں وہ تو میں یہاں باہر ہی کھلیان پہ بیٹھا تھا تو وہ کار میں گزرے مجھے دیکھا تو رُک گئے تو وہ میرے پاس آگئے چارپائی پر بیٹھ گئے۔ پانی چائے منگوائی تو ہم غلہ صاف کررہے تھے اور وہ بڑے حیران ہو کر مشین کو دیکھنے لگے اور مجھ سے پوچھنے لگے یہ کیسے غلہ صاف کرتی ہے؟ دیکھ رہے تھے لیکن انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ یہ ایک طرف سے گندم ڈالے جارہے ہیں دوسری طرف بھوسہ جارہا ہے ایک اور طرف دانے جارہے ہیں تو یہ کیا تماشہ ہے؟ میں نے کہا "مولانا! یہ علم آپ کو پڑھنا چاہئے تھا کہ آپ کا حق تھا آپ کو زیب دیتا تھا"۔

جنگ بدر میں بڑے بڑے کافر مارے گئے اور بڑے بڑے چوٹی کے لوگ اہل مکہ کے قید ہوئے۔ آپ سب جانتے ہیں لمبا واقعہ ہے قیدیوں کا۔ مختلف آرا کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ تو لوگ فدیہ دیتے رہے اُس میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی قیدیوں میں تھے۔ تو جب اُن کی باری آئی تو انہوں نے کہا بھئی! میں تو مفلس آدمی ہوں' میرے پاس تو فدیہ کی کوئی چیز نہیں ہے' تو آپ مجھے میرے بھتیجے کے روبرو کرو' میں اُن سے بات کرلوں گا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جو اپنی بیوی اُم الفضل کو اتنا سونا دے رہے تھے کہ اسے چھپا کر رکھ دو' کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ وہ آپ کا مال نہیں ہے اُسے فدیہ پر نہیں دیتے تو انہوں نے وہیں کلمہ پڑھ لیا کہ یہ اللہ ہی بتا سکتا ہے اور کوئی نہیں بتا سکتا' انہیں اللہ نے ہی بتایا' آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

تو کچھ لوگ ایسے رہ گئے جن کے پاس فدیہ دینے کے لئے واقعی کچھ نہیں تھا۔ اب اُن کا معاملہ پیش ہوا کہ حضور ﷺ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس تو کوئی سرمایہ نہیں' کوئی اُن کا عزیز رشتہ دار بھی ایسا نہیں جس کے پاس سرمایہ ہو اور اُن کی طرف سے فدیہ ادا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کچھ لکھنا پڑھنا' الف ب ج جانتے ہیں۔ ہاں جی جانتے ہیں انہیں کہو کہ مدینہ منورہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو' یہ اُن کا فدیہ ہے۔ اب مکے کے مشرکین اور بدر کے قیدیوں نے کیا قرآن وحدیث پڑھانا تھا وہ تو اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کو' قرآن کو' کتاب کو مانتے نہیں تھے۔ لیکن علوم دنیا کی اہمیت اتنی ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں کہو یہ بچوں کو لکھنا پڑھنا اور گنتی سکھا دیں اور چلے جائیں۔ فرمایا۔

"علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے" چین اُن دنوں بھی بڑا ترقی یافتہ ملک تھا اور ایک منڈی ہوتی تھی جہاں اب سلطنت عمان ہے یہاں ایک ایسی منڈی ہوتی تھی جو بین الاقوامی تھی۔ ہند کے لوگ بھی جاتے تھے' چین کے لوگ بھی جاتے تھے اور مغرب کے لوگ بھی وہاں آتے تھے اور وہ ایک بین الاقوامی منڈی تھی اُس کے آثار اب بھی موجود ہیں اور سلطنت عمان نے محفوظ کر رکھے تھے۔ دفن ہو گئے' شہر اُجڑ گئے' مٹی کے نیچے دب گئے پھر کسی کھدائی میں وہ آثار نکلے تو انہوں نے اُس پہ باڑ لگا کے اُس پہ پہرہ لگا دیا۔ عام آدمی کے لئے منع کر دیا لیکن ہیں۔ تو اہل چین اُس منڈی میں جاتے تو دوسری کی نسبت دنیوی علوم میں زیادہ ماہر پائے جاتے۔ یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک بھی پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "علم حاصل کرو خواہ اُس کے لئے چین کیوں نہ جانا پڑے" اب چین والوں نے قرآن وحدیث تو نہیں پڑھانا تھا۔ علوم ظاہری' مادی اور فزیکل سائنسز جسے کہتے ہیں "علم الابدان" وہی سکھاتے تھے۔

تو علم دو طرح سے ہے علم کے دو حصے ہیں حضور اکرم ﷺ کا فرمان سچ ہے جتنا ضروری عقائد و نظریات اور علم دین ہے اتنا ہی ضروری دنیا میں رہنے کا سلیقہ جاننا بھی ہے۔ جس رغبت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قرآن وحدیث کے شوقین تھے۔ اُس رغبت سے تلوار بازی گھوڑ سواری بھی سیکھتے تھے۔ جس رغبت سے ساری ساری رات نوافل پڑھتے تھے اُس رغبت سے سارا سارا دن تجارت کاروبار اور بازاروں میں بھی پھرتے تھے جس رغبت سے دین سیکھتے تھے اُس رغبت سے کاروبار حیات بھی سیکھتے تھے' کھیتی باڑی بھی سیکھتے تھے اور تجارت بھی سیکھتے تھے۔ یہ تو ہماری بدبختی آ گئی ہے اور برصغیر میں یہ مصیبت انگریز کی لائی ہوئی ہے۔ ورنہ انگریز کی آمد سے پہلے ہزار سالہ عہد اقتدار میں مسلمان سلاطین اور مسلمان جرنیل' مسلمان اطباء' مسلمان محققین' مسلمان مورخ' مسلمان سائنس دان یہ سارے مدارس دینیہ کے پڑھے ہوئے ہوتے تھے اور دینی مدارس یونیورسٹیاں ہوتی تھیں جنہیں میں "جامعات" کہا جاتا تھا۔ "جامع" یونیورسٹی کا ترجمہ ہے ہم تو جہاں جمعہ پڑھتے ہیں اُسے جامع کہہ دیتے ہیں۔ جامع انگریزی لفظ یونیورسٹی کا عربی میں ترجمہ ہے اور سارے علوم یکجا سکھائے جاتے تھے' دین بھی دنیا بھی' طبابت بھی تلوار بازی بھی' تاریخ بھی' فلسفہ بھی سائنس بھی اور بڑی بڑی عظیم یونیورسٹیاں تھیں اور مسلمان حکمرانوں نے انہیں بڑی بڑی جاگیریں دے رکھی تھیں۔ جن کے بورڈز تھے اُن سے کروڑوں کی آمدن ہوتی تھی وہ بورڈز اساتذہ کی تنخواہیں' بچوں کی تعلیم' اُن کے اخراجات' اُس سارے کا اہتمام کرتا تھا۔ بلکہ پنجاب میں آپ اگر تاریخ میں دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسی فیصد حصہ جو جاگیرداروں کو انگریز نے عطا کیا وہ دینی مدارس کی جاگیریں تھیں اُن سے چھین کر دی گئیں اور جاگیرداری کا یہ عالم ہے کہ تین لاکھ سے زائد مربع زمین صرف ملتان ڈویژن میں ہے جو انگریزوں نے جاگیرداروں کو دی تھی۔ تو خیر یہ ایک الگ موضوع ہے۔

لیکن ہمارے ساتھ ظلم یہ ہوا کہ جو رپورٹ لارڈ کلایو نے برصغیر سے برطانیہ بھیجی تھی وہ یہ تھی کہ برصغیر کی تمام قوموں پر حکومت کی جا سکتی ہے سوائے مسلمانوں کے۔ مسلمانوں کا کوئی علاج تجویز ہونا چاہئے۔ مسلمانوں پر کیوں نہیں ہو سکتی؟ تو اُس نے لکھا تھا کہ ان کا لٹریسی ریٹ جو ہے وہ ۸۴ فیصد سے زیادہ ہے۔ اُس وقت اُس زمانے میں جب انگریز برصغیر میں آیا مسلمان چوراسی فیصد سے زیادہ پڑھے لکھے تھے۔ پھر اس کا حل سوچا گیا' حل یہ تجویز ہوا کہ ان کے جو دینی مدارس ہیں اُن کی ساری جاگیریں چھین لو اور انہیں لاوارث کر دو۔ دوسری بات یہ کرو کہ کسی دینی مدرسے کے پڑھے ہوئے کو کوئی سرکاری ملازمت نہ دو اور تیسرا یہ کرو کہ ایسے سکول بناؤ جن میں دین کا نام نہ ہو' یہ تین حل سوچے گئے۔ چنانچہ دینی مدارس کی جاگیریں ضبط ہو گئیں' اخراجات بند ہو گئے اور یہ تو اللہ کے بندوں کی ہمت تھی کہ اُس وقت کے علماء حق نے زکوۃ اور صدقات جمع کر کے دینی مدارس کو بند نہیں ہونے دیا۔ لیکن اتنا انہیں سرمایہ نہیں مل سکا کہ وہ سارے علوم پڑھاتے۔ انہوں نے سارے چھوڑ دیے اور صرف ایک شعبہ قرآن وحدیث کا اور دین کا باقی رکھا بڑی محنت سے۔ ایسے ایسے لوگ جو آخرت میں عالیشان محلوں میں بیٹھے ہوں گے یہاں بوریے پر اور زمین پر عمریں بسر کر گئے اور زکوۃ وصدقات اکٹھے کر کے دین کے علم کو زندہ رکھا یہ جہاد تھا اُن کا۔ اب جب دینی مدرسے کے پڑھے ہوئے بندے کو جاب ہی نہیں ملنی تو دینی مدرسے میں پھر جو لوگ اہلیت رکھتے تھے اُن کا جانا ہی بند ہو گیا۔ لوگوں نے تو جاب کرنی تھی' لوگ انگریز کے بنائے ہوئے نصاب میں چلے گئے اور دینی مدرسوں میں وہ لوگ گئے جو کچھ ذہنی طور پر کمزور تھے کچھ جسمانی طور پر معذور تھے' کچھ مالی طور پر مجبور تھے۔ ایسے لوگ گئے اور پھر کوئی دینی مدرسے کا پڑھا ہوا بندہ کسی نے نہ پولیس میں لیا نہ فوج میں لیا نہ بازار میں اُس نے دکان

بنائی، کسی بس کا ڈرائیور بھی نہ بن سکا۔ بس وہ اتنا ہی بنا کہ ایک مولوی بن گیا۔ اُس نے یا تو پہلے کسی بیٹھے ہوئے مولوی کو دھکا دے کر مسجد چھین لی یا کسی مدرسے میں اُستاد لگ گیا، نہیں تو چندہ برائے مسجد کا بورڈ لگایا اور ایک نئی مسجد بنالی۔ جتنی مسجدیں بڑھتی گئیں اتنے "سکول آف تھاٹ" بڑھتے گئے، اتنے فرقے بنتے گئے تقسیم در تقسیم ہوتی گئی مسئلہ روزی کا تھا۔

اگر تقسیم ملک کے بعد فوری طور پر دینی مدارس کو بھی قومی دھارے میں لے لیا جاتا قومی بجٹ میں سے اُن کو حصہ دیا جاتا، اساتذہ کی تنخواہیں بچوں کے اخراجات، عمارت کی ضروریات پوری کی جاتی اُن کے نصاب بھی ایسے بنائے جاتے جیسے انگریز کے آنے سے پہلے تھے، لوگ قال اللہ وقال الرسول ﷺ بھی پڑھتے، لوگ تاریخ بھی پڑھتے، لوگ سائنس بھی پڑھتے، لوگ میڈیکل بھی پڑھتے، لوگ کمپیوٹر بھی سیکھتے اور قال اللہ وقال الرسول ﷺ بھی تو آپ کے ڈپٹی کمشنر سے لیکر وزیر اعظم تک وہ لوگ مدرسوں کے آئے ہوئے چھا جاتے۔ انہیں پتہ ہوتا ہم کون ہیں، اسلام کیا ہے ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ بدقسمتی سے یہ ہو نہ سکا اور کیسی عجیب بات ہے کہ مسلم ریاست میں دینی مدرسے ابھی تک زکوۃ پر پل رہے ہیں کیا عجیب تماشہ ہے! یعنی ہر چھوٹے بڑے محکمے کا حصہ قومی بجٹ میں ہے اور ان دینی مدارس کا کیوں نہیں؟ اس کا نتیجہ آج ہم اس انتشار، دہشت گردی اور آپس کی دشمنی میں بھگت رہے ہیں تو خیر میں بات کر رہا تھا انسانی انا کی کہ جب اُس کے پاس علم آجاتا ہے تو اُس علم کو بھی اپنی انا کی تسکین کا ذریعہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ عہدے کو انا کی تسکین کا ذریعہ بنایا تو اُس میں بگاڑ آگیا، دولت کو بنایا تو اُس میں خرابی آگئی، دینی علوم کو جب بنا تا ہے تو اُس میں بہت زیادہ خرابی آتی ہے، اُس میں دو عالم کی خرابی آجاتی ہے۔

اب کتاب نصاریٰ کے پاس بھی تھی کتاب یہود کے پاس بھی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں ایک ہی خبر تھی۔ یعنی آدھا حصہ دونوں کتابوں کا ایک بات پہ مشتمل تھا توحید باری پہ، ذات پہ، صفات پہ، آخرت پہ لیکن اب دنیا بیچ میں آگئی اور اُس علم دین کو انہوں نے اپنی ذاتی انا کی تسکین کا اور حصولِ رزق کا ذریعہ بنایا وقالت الیھود لیست النصریٰ علیٰ شیءٍ۔ یہود کے مولویوں نے کہا نصرانی جھوٹے ہیں اُن کے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں، کچھ بھی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر دیا اور انجیل کا کتاب الٰہی ہونے کا انکار کر دیا۔ حالانکہ تورات میں جو تھا وہی انجیل میں بھی تھا۔ وقالت الیھود لیست النصریٰ علیٰ شیءٍ۔ کہ نصاریٰ کے پلے تو کچھ بھی نہیں، یہ تو بالکل فارغ ہیں۔ ان کے پاس تو حقیقت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔

وقالت النصریٰ لیست الیھود علیٰ شیءٍ۔ اور جواب میں چونکہ نصاریٰ کے علماء بھی اُسی دین کو اپنی دنیاوی وجاہت کے لئے استعمال کرتے انہوں نے کہا یہ بکواس کرتے ہیں ان کے پاس کچھ بھی نہیں، یہ جھوٹے ہیں ان کی کتاب جھوٹی ہے معاذ اللہ ان کا نبی جھوٹا ہے ان کا دین جھوٹا ہے۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ گویا دونوں گروہوں میں سے آدھے آدھے نے دونوں نبیوں کی تکذیب کر دی۔ دونوں گروہوں میں سے آدھے آدھے لوگوں نے دونوں کتابوں کی تکذیب کر دی اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے وھُم یتلون الکتب۔ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ کتاب کو پڑھنا بھی جانتے تھے اُنہیں یہ بھی پتہ تھا کہ کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے۔ لیکن اپنی ذاتی انا کی تسکین کے لئے کتاب اللہ کو چھوڑ کر یہ رائے بنالی۔

کذٰلِکَ قالَ الذین لا یعلمونَ مثل قولھم۔ اب تیسرا طبقہ رہ گیا تھا مشرکین کا اور جاہلوں کا جو کتابوں کو مانتے ہی نہیں تھے انہیں دلیل مل گئی انہوں نے کہا کہ جی دونوں کتابیں غلط ہیں، معاذ اللہ

دونوں نبی جھوٹے ہیں۔ دیکھو آدھے ایک کو جھوٹا کہہ رہے ہیں آدھے دوسرے کو جھوٹا لہٰذا ہمارا دین سچ ہے۔ یعنی کافر کو تائید مل گئی اُن کے اس کردار سے۔ فائدہ کس کا ہوا؟ بے دین کا' مشرک کا اور ایک طاقت دین کے خلاف بن گئی۔

آج ہم اپنی حالت پہ غور کریں۔ عجیب بات ہے کہ ہماری تقسیم شیعہ سُنی سے شروع ہوئی۔ پھر دیو بندی' بریلوی' اہل حدیث' غیر مقلدین۔ اب ہم اس بات پہ پہنچ گئے ہیں کہ ہر مسجد دوسری مسجد کے خلاف ہے۔ یعنی ہم نیچے آتے' آتے' آتے اس سطح پر آ گئے ہیں کہ جو اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتا ہم اُسے مسلمان ماننے کو ہی تیار نہیں خواہ اگلی مسجد میں پڑھتا ہو۔ اس کا نتیجہ ہم غلام ہو گئے اور کافر ہم پر حکمران ہو گئے' اب اس سے بڑا نقصان بھی کوئی ہو گا!

اگلے دن بھی مجھ سے کوئی پوچھ رہا تھا کہ جی اختلاف تو شروع سے آ رہے ہیں آخر آئمہ اربعہ میں بھی تو اختلاف ہے؟ میں نے کہا بھئی! آپ بھول رہے ہیں۔ آئمہ اربعہ میں کسی میں کوئی اختلاف نہیں' چاروں ایک ہیں' پھر آپ ایک کو کیوں مانتے ہیں؟ میں نے کہا میرے بھائی! دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے اصول' ایک ہوتی ہے اُس کی تشریح اور فرعہ۔ ایک اصول ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع کرو اور ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ یہ اصول ہے۔ اب اس کی تشریح جو حنفی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کی اور بات ختم ہاتھ باندھ لئے۔ حنبلی سمجھتے ہیں' کہ جب حکم ہے تکبیر پر ہاتھ اٹھاؤ تو ہر تکبیر پر اٹھانے چاہیں۔ جب بھی اللہ اکبر کہو ہاتھ اٹھاؤ' رفع یدین والے آ گئے۔ تو یہ اختلاف تو نہیں یہ تو مختلف تشریحات ہیں اس کا مطلب ہے کہ اس حکم کے جتنے پہلو ہیں ان میں ایک نے ایک پر عمل کر لیا دوسرے نے دوسرے پر تیسرے نے تیسرے پر چوتھے نے چوتھے پر تو چاروں پہلوؤں پر عمل ہو گیا۔ جو چار پہلو اس سے نکل سکتے تھے سب پر عمل ہو گیا۔ کوئی امام دوسرے کی تکذیب نہیں کرتا' اُسے غلط نہیں کہتا ہمارا فرق ترجیح کا ہے' ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دوسرے سے بہتر ہے۔ اب آگے فیصلہ اللہ کے پاس ہے شاید دوسرا بہتر ہو جو دوسرا مالکی ہے وہ سمجھتا ہے کہ فقہ مالکی جو ہے وہ فقہ حنفی سے بہتر ہے لیکن فقہ حنفی برحق ہے۔ یہی چاروں آئمہ کا اختلاف ہے فروعات کا۔ اصول کا کہیں بھی نہیں ملے گا آپ کو۔ اور اس اختلاف کو نبی کریم ﷺ نے باعث برکت قرار دیا ہے کہ یہ جو اختلاف ہے فروعات کا یہ اللہ کی رحمت کا سبب ہے اس لئے کہ ایک حکم کے جتنے مختلف پہلو بنتے ہیں سب پر عمل ہو جاتا ہے۔ اسے آپ اختلاف کیوں کہتے ہیں۔ اختلاف تو یہ ہے یہ سیدھا سیدھا ایک دوسرے کو ہم کافر کہہ دیتے ہیں اور ہمارے اس جھگڑے کا فائدہ کافروں کو ہو رہا ہے ہم آپس میں لڑ رہے ہیں وہ ہمیں لڑا رہے ہیں ہم پیسے خرچ کر رہے ہیں وہ ہمیں اسلحہ بیچ رہے ہیں ہماری جانیں جا رہی ہیں اُن کی کمائی ہو رہی ہے ہمارے اقتدارِ اعلیٰ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور کافر اپنا کام کر جاتے ہیں اس لئے کہ عام آدمی بنیاد ہوتا ہے۔ یہ جسے ہم کچھ نہیں سمجھتے کہ اس کی کیا حیثیت ہے اصل حیثیت اُس بندے کی ہوتی ہے جس کو ہم بے حیثیت سمجھتے ہیں وہ بنیاد کا پتھر ہے۔ یہ اوپر جو اینٹیں چمک رہی ہیں یہ اوپر جن اینٹوں پر گلکاری کی ہوئی ہے یہ بنیاد کے جو میلے پتھر ہیں نیچے سے نکال لو تو یہ پھولوں سمیت نیچے آ جائیں گے۔ یہ جو زیرِ زمین گڑے ہوئے پتھر ہیں جو ہمیں نظر بھی نہیں آتے' ہم سمجھتے ہیں اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ شاید انہیں تراشا خراشا بھی نہیں گیا' شاید اُن کی کوئی شکل بھی نہیں بنائی گئی' بس خانہ پُری کی گئی کہ بنیاد کو فل کر دو بھر دو بنیاد کو وہ سب سے قیمتی ہیں اس لئے کہ یہ سارا بوجھ اُن پتھروں نے اٹھایا ہوا ہے۔ تو یہ جو عام آدمی ہوتا ہے جسے ہم سمجھتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں درحقیقت وہی سب کچھ ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد نہ کوئی کتاب آئے گی نہ کوئی نبی آئے گا۔ ان کے فیصلے کو اگر یہ نہیں مانتے تو پھر انہیں انتظار کرنا چاہئے کہ روزِ قیامت

اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ یا تو یہ فیصلہ مان لیں جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے اور جو کتاب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں وہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تائید کرتی ہے، عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی بھی تائید کرتی ہے، تمام عقائد کی تائید کرتی ہے وہی توحید اس میں بھی ہے وہی آخرت کا تصور اس میں بھی ہے وہی جنت دوزخ کا عقیدہ اس میں بھی ہے وہی ملائکہ کا حشر نشر کا عقیدہ اس میں بھی ہے رہے احکام تو احکام وقت کے ساتھ منسوخ ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کتاب وہ احکام لائی ہے جو قیامت تک منسوخ نہیں ہوں گے جو ساری انسانیت کے لئے اور سارے زمانوں کے لئے ہیں اور اگر اس پر انہیں اعتماد نہیں آتا تو پھر روز حشر کا انتظار کریں اللہ قیامت کو ان کے اختلافات کا فیصلہ فرما دے گا۔ وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

انا للہ وانا الیہ راجعون

1- فیصل آباد (ڈجکوٹ) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالحمید صاحب کی بہو وفات پا گئی ہیں۔

2- فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ذکراللہ صاحب کی ہمشیرہ انتقال فرما گئی ہیں۔

3- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی امجد علی صاحب کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

4- (مرالہ) منڈی بہاؤالدین سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فیاض احمد صاحب کے والد چوہدری غلام رسول وفات پا گئے ہیں۔

5- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حکیم خوشی محمد کی ساس وفات پا گئی ہیں۔

6- (سوہاوہ) جہلم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار قربان حسین کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

7- ہری پور سے محمد فیاض اویسی کی پھوپھی جان اور ماموں وفات پا گئے ہیں۔

8- منڈی بہاؤالدین سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد عنایت صاحب کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

9- شاہکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صفدر صاحب کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

یوں روٹھے خُدا کو اویسی منائیں

یہ بے ذوق سجدوں کی بے کیف آہیں
بھلا کیسے درجہ احسان پائیں
کہ نام خدا تو ہے نوکِ زباں پر
مگر غیر سے ہیں ہماری وفائیں
ہے مالک سے دُوری کا ہی یہ نتیجہ
جو ہیں چاروں اطراف ہم پر جفائیں
جو دل کو کریں ہم تہی ماسوا سے
تو پرتو جمالِ الٰہی کا پائیں
یُوں بینائی آئے گی دل میں ہمارے
کہ ہم اہل دل سے اگر دل لگائیں
اور اپنانا ہوگا صحابہؓ کا اُسوہ
ہیں خالق کو محبوب جن کی ادائیں
یہ ہے آزمودہ اکابر کا نسخہ
اسی طور ہم عظمت رفتہ کو پائیں
جو دھڑکے یہ دل تو کہے اللہ اللہ
کہ ہر سانس میں اس کے انوار آئیں
ہو گر رزق تیرا حلال اور طیب
تو مقبول ہوں گی تری بھی دعائیں
جو آقا ﷺ سے قلبی تعلق ہو قائم
تو مثل اویسؓ قرنی فیض پائیں
ہوں ذکر الٰہی سے ہی دل منور
اسی سے ہی خفتہ دلوں کو جگائیں
اسی ایک در پہ ہی پھیلائیں دامن
یوں روٹھے خدا کو اویسی منائیں

☆ .... انجینئر عبدالرزاق اویسی، ٹوبہ ٹیک سنگھ

سُوال وجوابِ

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-07-2005

سوال:- محبت کیا ہے؟ نیز کیا کافر، فاسق اور فاجر سے محبت رکھنا جائز ہے؟ شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟

جواب:-

الحمدلله و کفیٰ وسلمٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ.

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

محبت شاید ایک جذبہ ہے، ایک کیفیت ہے جسے ہم اُس کے مقصد کے بغیر استعمال کرتے ہیں۔ دنیوی تعلقات میں دیکھا یہ گیا ہے کہ محبت بہت کم ہوتی ہے اور ضرورتیں زیادہ ہوتی ہیں جس کو جس کسی سے غرض ہو اُس کے قریب پھرتا رہتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں اُسے اُس سے محبت ہے لیکن اگر وہ سمجھے کہ اس سے میری غرض پوری نہیں ہوگی تو پھر اُسے سلام بھی نہیں دیتا پھر وہ محبت کہاں گئی تو یہ ضرورتوں کو محبت کا نام دینا صحیح نہیں ہے۔

دوسرا درجہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو لوگوں کے اوصاف سے محبت ہوتی ہے کوئی مالدار ہے اُس کے مال کی وجہ سے لوگوں کو اُس سے محبت ہے اور اگر وہ غریب ہو جائے تو کوئی پوچھتا نہیں اسی طرح کوئی نہ کوئی وصف کس میں ہوتا ہے کوئی گانے والا ہے، کسی کا چہرہ خوبصورت ہے لیکن اگر وہ صورت نہ رہے عمر ڈھل جائے اُس کی آواز صحیح نہ رہے پھر تو کوئی نہیں پوچھتا۔ تو اسے بھی حقیقی محبت نہیں کہا جاسکتا۔

بھئی! کافر ہو، فاسق ہو، فاجر ہو کوئی بھی ہو غیر مسلم سے تعلقات جن کی دین پر زد نہ پڑتی ہو وہ جائز ہیں۔ کوئی کاروبار کرتا ہے تجارت کرتا ہے وہ بیمار ہے اُس کی بیمار پُرسی کرتا ہے محتاج ہے اُسے کوئی خیرات دیتا ہے اُس پر ظلم ہو رہا ہے اُسے ظلم سے بچاتا ہے اُسے کوئی چور ڈاکو پڑ گئے اُس کی مدد کرتا ہے تو یہ سب درست ہے۔ ایسے تعلقات جو دین کو متاثر کریں وہ جائز نہیں، کافر کے ساتھ قطعاً جائز نہیں۔ فاسق فاجر کو کافر کے ساتھ ملانا یہ درست نہیں ہے۔ آپ نے ایک ہی سطر میں لکھ دیا کافر، فاسق، فاجر، فاسق فاجر تو مسلمان ہوتا ہے اُس سے خطا ہو جاتی ہے یا وہ پارسا نہیں ہے وہ زیادہ نیک نہیں ہے غلطیاں کرتا ہے لیکن وہ مسلمان ہے مسلمان کا حکم اور ہے کافر کا حکم اور ہے۔ کافر کا صاف حکم ہے کہ کافر سے ایسے تعلقات جن کی زد دین پر پڑتی ہو وہ ہرگز جائز نہیں۔ ویسے بحیثیت انسان انسانی ہمدردی یا انسانی رشتے رکھنا اُس کی مدد کرنا یہ سب جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ یا اللہ کی ذات، اب اللہ کی محبت اور بندے سے محبت یا نبی کریم ﷺ سے محبت اور عام آدمی سے محبت آپ خلط ملط نہ کریں۔ محبتِ الٰہی جو ہے اُس کے لئے بھی بندے چُن لیتا ہے اور اُنہی کو محبتِ نبوی ﷺ بھی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن کریم کا اندازِ بیان بتاتا ہے۔ یحبّھُم ویحبونہٗ۔ وہ اُن سے محبت کرتا ہے تو جواباً اُن کے دل میں بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ محبت انابت سے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے ہوتی ہے۔ اللہ کریم عطا فرما دیتے ہیں اور مسلمان خواہ کتنا بھی گیا گزرا ہو کسی نہ کسی درجے میں محبت نبوی ﷺ اُس کے دل میں موجود ہوتی ہے

بلکہ اکثر دیکھا یہ گیا ہے کہ جب ضرورت پڑتی ہے تو بڑے بڑے پارساؤں سے جنہیں ہم فاسق فاجر کہتے ہیں وہ زیادہ کام کر جاتے ہیں۔ جانیں بھی دے جاتے ہیں' اُس محبت میں اُن کے اندر وہ محبت ہوتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ" گناہ سے نفرت کی جائے گنہگار سے محبت"۔ یہ وہ محبت نہیں ہے جو دیوانہ کر دے گی یہ ہمدردی کی ایک قسم ہے جسے محبت کہا جاتا ہے۔ لفظ تو ایک ہی ہے محبت لیکن اُس کے مختلف انداز مختلف طریقے مختلف درجے ہیں۔ اب جسے یہ کہا جاتا ہے کہ گنہگار سے محبت کرو تو اُس محبت کا مفہوم ہمدردی ہوتا ہے گنہگار سے کسی کو عشق تو نہیں ہو چلا کہ گناہ سے نفرت ہوئی گنہگار پر عاشق ہو گیا' فریفتہ ہو گیا وہاں اس محبت سے مراد ہمدردی ہوتا ہے کہ اُس سے نفرت نہ کی جائے اور ہمدردی کی جائے اُس کی دل جوئی کی جائے شاید اس طرح گناہ سے واپس آ سکے۔ جیسے ڈاکٹر بیمار کا علاج کرتا ہے تو اُس کی محبت میں وہ دیوانہ تو نہیں ہو جاتا اُسے بیمار سے تو محبت یا ہمدردی ہوتی ہے بیماری سے نہیں ہوتی۔ بیماری کو ختم کرنا چاہتا ہے بیمار کو بچانا چاہتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان بھائی خطا کار ہے تو خطا سے تو نفرت کی جائے لیکن اُسے خطا سے بچانے کے لئے اُس سے ہمدردی کی جاتی ہے۔

تو میرے خیال میں یہ لفظ محبت کو ہر جگہ ایک ہی معنی میں استعمال کرنا صحیح نہیں ہے کہ بہت سی قسمیں ہیں اور بہت سے مدارج ہیں تو الحُبُ للّٰہ و لبغض 'للّٰہ. بڑا سادہ سا حکم ہے کہ کسی سے کوئی تعلقات جب رکھو تو اُس میں للّٰہیت ہو اللہ کے لئے رکھو۔ اور کسی سے دشمنی کرو تو وہ بھی اللہ کی پسند سے کرو۔ یعنی جس سے اللہ حکم دیتا ہے دوستی رکھو اُس سے دوستی رکھو اور جس سے اللہ حکم دیتا ہے دشمنی رکھو اُس سے دشمنی رکھو۔ تو اس سارے سوال میں جو ایک الجھاؤ ہے یا کنفیوژن ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے ہر طرح کی محبت کو ایک ہی سمجھ لیا ہے محبت کی قسمیں بھی مختلف ہیں۔ اُس کے مدارج بھی مختلف ہیں۔ جو گنہگار سے محبت کی جائے گی وہ ہمدردی کہلائے گی جو اللہ کے لئے محبت کی جائے گی اُس میں کسی کی واقفیت یا سفارش یا اُس کی شرط نہیں ہوگی اللہ کی مخلوق سمجھ کر اُس سے ہمدردی کی جائے گی۔ پھر اُس کی ایک حد ہوتی ہے کہ اگر کوئی کافر ہے تو اُس سے ایسا تعلق جس کی زد دین پہ پڑتی ہو وہ جائز نہیں ہوگا اور اس حد تک ہمدردی جس سے دین متاثر نہ ہوتا ہو وہ ضروری ہے' وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ وہ ہمدردی آپ کو جانور سے بھی کرنا پڑتی ہے' پرندے سے بھی کرنا پڑتی ہے۔ کسی چیز کو بھی ایذا سے بچاتے ہیں تکلیف سے بچاتے ہیں' دانہ دُنکا پرندوں کو ڈال دیتے ہیں جانوروں کو تو وہ بھی خیرات شمار ہوتا ہے تو بات تو یہ صاف سی ہے دراصل اس میں الجھاؤ اس وجہ سے آ گیا کہ آپ نے لفظ محبت کو ایک ہی معنی میں ہر جگہ سمجھا ہے۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ محبت کے مختلف انداز بھی ہیں مختلف رُخ بھی ہیں' محبت طریقے بھی ہیں۔

اب غزوہ اُحد میں جب گھمسان مچ گیا دوبارہ پلٹ کر کفار اور مشرکین نے حملہ کر دیا اور سمجھ نہیں آ رہی تھی کون کہاں ہے کیسا ہے تو ایک صحابی نے دوسرے صحابی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ آؤ آؤ اس وادی سے محبت جنت کی خوشبو آ رہی ہے اس میں گھُسیں۔ اُن کی اپنی محبت کا ایک انداز ہے۔ نبی کریم ﷺ پر تیروں کی بوچھاڑ آئی تو ایک صحابی حضور ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ سامنے کھڑا ہونا بھی گستاخی سمجھا اور پیچھے کھڑے ہو کر اوپر سے جھک کر آگے آ کر اس کی ساری پشت چھلنی ہو گئی۔ لیکن کوئی تیر حضور ﷺ تک نہیں پہنچا۔

اب آپ سب کو ایک ہی لفظ محبت میں شامل کرتے جائیں تو پُھر تو بات نہیں بنے گی اللہ کی محبت کا اپنا ایک معیار ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اپنا ایک معیار ہے کل ہی مجھے ایک ساتھی بتا رہے تھے کہ روس کی طرف سے جب ایک محاذ پر حملہ ہو رہا تھا اور بڑا زور دار حملہ تھا بڑے زبردست گولے برس رہے تھے اور بمبارمنٹ ہو

رہی تھی تو کچھ ساتھی ہمیں روک رہے تھے کہ بھئی! آگے نہ جائیں حملہ بہت زوردار ہے تو کچھ مجاہد بعد میں پیچھے سے پہنچے تو وہ فرماتے ہیں اُن میں ایک نوعمر سا لڑکا تھا چھوٹے سے قد کا بڑا خوبصورت تو وہ جیسے اُترا اسواری سے بھاگا اُس طرف۔ میں نے اُسے روکنا چاہا میں نے کہا ایک منٹ میری بات سُن لیں اُس نے کہا نہیں، مجھے جلدی ہے وہ دیکھیں حملہ ہو رہا ہے ٹینک آرہا ہے میں جارہا ہوں۔ میں نے کہا ایک منٹ میں ایک بات پوچھ لوں۔ اُس نے کہا پھر کبھی سہی فرصت نہیں ہے۔ تو میں نے اُس سے پوچھا وہ بھاگا جارہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا پھر ملاقات ہوگی۔ کہنے لگا انشاء اللہ فی الجنۃ پھر جنت میں ملیں گے، وہاں بات کریں گے تو اب جذبہ تو ایک ہے اور اُس کا نام بھی ایک ہے "محبت"، لیکن اُس کے شاید بہت درجے ہیں بہت سے پہلو ہیں۔ بہت سی حیثیتیں ہیں تو ہر حیثیت میں جہاں وہ جاتا ہے اُس کا معنیٰ بدل جاتا ہے مفہوم بدل جاتا ہے۔ بہر حال سادہ سا مسئلہ یہ ہے کہ کافر سے تعلقات رکھے جاسکتے ہیں اُس حد تک جہاں دین پر زد نہ پڑتی ہو۔ فاسق فاجر کم از کم دیندار ہوتا ہے اُس سے ہر طرح کا تعلق رکھا جاسکتا ہے، اُن سے نکاح درست ہے، لین دین درست ہے، کھانا پینا درست ہے اور وہاں محبت کا معنیٰ ہمدردی ہے۔ کوشش کی جائے اُس سے ہمدردی کی جائے اُسے اس سے بچانے کی کوشش کی جائے اللہ سے محبت بندہ کر ہی نہیں سکتا اگر وہ توفیق نہ دے۔ بندہ کیا محبت اللہ سے کرے گا اور اُسی میں محبت نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کیسے آتی ہے اُس کے مختلف انداز ہیں اپنا اپنا ہر ایک کا رنگ ہے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہر ایک پھول کی اپنی خوشبو ہوتی ہے۔ ہر عاشق کا اپنا مزاج اُس کی محبت کا اپنا معیار ہوتا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارک تھی کہ جب فجر کی نماز تیار ہو جاتی تو حضور ﷺ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے اور امامت فرماتے اور عشاء کی نماز پڑھا کر حضور ﷺ فارغ ہو کر حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے چھوٹی سی کھڑکی تھی جو مسجد کی طرف تھی۔ ایک صحابی کو عشاء کے بعد بچے پکڑ کر گھر لے جاتے اور فجر کے لئے بچے پکڑ کر مسجد میں چھوڑنے آتے تو کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو رات کو کچھ نظر نہیں آتا۔ بیماری ہوتی ہے، بعض لوگوں کو سورج ڈوب جائے تو کچھ نظر نہیں آتا تو آپ کو وہ بیماری ہے۔ فرمایا نہیں۔ میری نظر تو بالکل ٹھیک ہے تو پھر صبح بھی بچہ لیکر مسجد چھوڑنے جاتا ہے، رات بھی پکڑ کر لاتا ہے؟۔ انہوں نے کہا بھئی! میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں جب نبی کریم ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ دن بھر کے بعد میری آخری نظر صرف حضور ﷺ کو دیکھے۔ پھر میں آنکھ نہیں کھولتا جب تک حضور ﷺ حجرہ مبارک سے مسجد نبوی ﷺ میں قدم رنجہ نہیں فرماتے اور اقامت شروع نہیں ہو جاتی پھر مجھے پتہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سامنے ہیں پھر میں آنکھ کھولتا ہوں صبح پہلی نظر حضور ﷺ پر ڈالتا ہوں اور رات کو آخری نظر حضور ﷺ پہ ڈالتا ہوں اور یہ کوئی شرعی حکم تو نہیں ہے، کوئی فرض واجب تو نہیں ہے۔ تو یہ محبت جو اللہ کی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی ہے مجبور کر دیتی ہے بندے کو۔ اور بعض ایسے اکابر صحابہ ہیں کہ جو بیٹھے تھے اور وصال نبوی ﷺ کی خبر سن کے زندگی بھر اٹھ نہیں سکے، وہیں جسم منجمد ہو گیا۔ تو اب سب کو آپ محبت کہہ کر ہر جگہ استعمال کرتے ہیں تو وہ درست نہیں ہے۔ کہیں ہم نے ضرورتوں کا نام محبت رکھ دیا ہے کہیں کسی صفت کا نام محبت رکھ دیا ہے کہیں ہمدردی کا نام محبت رکھ دیا ہے تو اُس کے سارے مختلف مدارج ہیں اُن کا لحاظ رکھا جائے گا۔

.........☆☆☆.........

المرشد سے انتخاب
میڈیا اور ہمارا کردار

ہماری مصیبت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہے لیکن وہ مولوی ہیں اُس نے ہمیں ایک تصور دے دیا ہے کہ جی نیکی جو ہے یہ اُدھار مزدوری ہے اور اُس کا اجر مرنے کے بعد ملے گا۔ جو سراسر غلط تصور ہے' بے بنیاد ہے۔ ہر نیکی کا اُجر فوراً ملتا ہے۔ نیکی کا اُجر ہوتا کیا ہے؟۔ نیکی کا اُجر یہ ہوتا ہے کہ اُس کے اعمال کی اصلاح ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم o

وَاِذَاسَمِعُو اللَّغْوَ اَعْرَضُو عَنْهُ وَقَالُو لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰم ٌ عَلَيْكُمْ لَانَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ oاِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَاَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ oالقصص 00تا04

اللہ کریم نے مومن کی صفت ارشاد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا سورۃ القصص میں ہے بیسویں پارے میں ارشاد ہے۔

وَاِذَاسَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْه

جب کوئی فضول بات سنتے ہیں، لغوبات سنتے ہیں' بے حیائی کی بات سنتے ہیں، کوئی بیہودہ بات جب سنتے ہیں، اَعْرَضُوا عَنْهُ تو اُس سے رُخ پھیر لیتے ہیں۔ وَقَالُو لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہے جبکہ تمہیں اپنے کردار کا جواب دینا ہے۔ سَلٰم ٌ عَلَيْكُمْ لَاتَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ تم کو سلام کرتے ہیں یعنی تم سے الوداع ہوتے ہیں اس لئے کہ ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں

آج پراپیگنڈہ کا زمانہ ہے اور سب سے زیادہ پراپیگنڈہ بے حیائی کا کیا جاتا ہے وہ غیر ملکی میڈیا ہو، یا ملکی' وہ پرنٹ میڈیا ہو، یا الیکٹرانک، اخبار ہوں، یا ٹیلی ویژن، ہر طرف بے حیائی کی بھر مار ہے جس کا جواب ہمارے ہاں یہ دیا جاتا ہے کہ ٹیلی ویژن توڑ دو یا ٹیلی ویژن کے دکاندار کی دکان جلا دو۔ لیکن اس طرف کوئی بھی نہیں سوچتا کہ اس کے مقابلے میں، جھوٹ کے مقابلے میں، سچ کو عام کیا جائے ٹیلی ویژن بھی اخبار کی طرح ایک آلہ ہے جو بات کر رہا ہوتا ہے یا جو سامنے کیمرے کے ہوتا ہے اُس کا عکس بھی اُس میں آ جاتا ہے اُس کی بات بھی سنائی دیتی ہے اخبار میں یہ ہوتا ہے کہ ہم جب بات کرتے ہیں تو اخبار والے چھاپ دیتے ہیں اور وہ تحریر کی صورت میں ہمارے سامنے آ جاتی ہے جبکہ ٹیلی ویژن میں وہ آواز اور اُس کے ساتھ تصویر بھی ہمارے سامنے آ جاتی ہے اب دین پھیلانے کے لئے، نیکی پھیلانے کے لئے، بھلائی کو عام کرنے کے لئے، بھی تو ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے۔!

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ کے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ' کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ اذان تو صحن میں بھی ہو جاتی ہے۔ اُس وقت تو کوئی آلہ صوت مکبر نہیں تھا، کوئی لاؤڈ سپیکر نہیں تھا، کوئی ریڈیو ٹیلی ویژن نہیں تھا، کوئی اخبار نہیں چھپتا تھا، تو مقصد

عالی یہ تھا کہ چھت پر سے اذان دوتا کہ اللہ کے نام کی گونج دور سے دور تک سنائی دے۔ جہاں تک ممکن ہو کم از کم یہ جو دو تین وادیاں مکہ مکرمہ کی ہیں اُن میں تو آواز گونجے۔

اُس کی صورت آج یہ ہے کہ کوئی ریڈیو پر، کوئی اخبار میں یا کوئی ٹیلی ویژن پر اللہ کی عظمت کی بات کرے، حقائق کی بات کرے، خرافات کے مقابلے میں کردار کی بات کرے۔

یاد رکھیں! بُرائی یا بے حیائی کے لئے کسی ٹیلنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی قابلیت کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی ادارے میں علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ سارے جہالت کے مظاہر ہیں بُرائی اور بے حیائی کے پیچھے جہالت اور لاعلمی ہوتی ہے اُس کے لئے کسی ڈگری کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے یہ ایسے کام ہیں کہ کوئی بھی کرسکتا ہے اگر گاؤں کا چوہدری یا چوہدری کا بیٹا کرسکتا ہے تو گاؤں کے ایک کمیں یا اُس سے غریب تر بندے کا بیٹا بھی اُسی طرح کی بے حیائی کر سکتا ہے اگر ایک بہت پڑھا لکھا آدمی برائی یا بے حیائی کی بات یا بے ہودہ بات کرتا ہے تو کوئی انپڑھ اور جاہل اُس سے زیادہ بیہودگی سے بات کرسکتا ہے۔ یعنی بُرائی کے لئے ٹیلنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی، کسی ڈگری کی ضرورت نہیں ہوتی، چونکہ بُرائی کی بنیاد جہالت ہے اس لئے یہاں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ میرے بندے جب بُرائی سنتے ہیں یا بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے رُخ پھیر لیتے ہیں اسے پسند نہیں کرتے اُسے سننا گوارا نہیں کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک وقت آ رہا ہے جب تجھے بھی اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا اور ہمیں اپنے کردار کا جواب دینا ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں ہم تجھ سے جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے۔

اب یہ ضروری تو نہیں کہ جو ٹیلی ویژن پر یا ریڈیو پر بات کر رہا ہے وہ جاہل ہو ممکن ہے بہت پڑھا لکھا بندہ ہو لیکن جب بات بے حیائی کی کر رہا ہوتا ہے تو اُس کا مصدر جہالت ہے وہ جتنا پڑھا لکھا بھی ہے جب بیہودہ بات کرتا ہے تو عنداللہ اُسے جاہل ہی سمجھا جاتا ہے کیونکہ بے ہودگی جہالت کا پھل ہے۔ اور یاد رکھیں! اسلام نے کفر کو علم سے مٹایا ہے۔ کفر بھی جہالت کا پھل ہے کوئی نہیں جانتا اللہ کون ہے، کوئی نہیں جانتا اُس کی شان کیسی ہے، کوئی نہیں جانتا اُس کی عبادت کس طرح کرنی ہے، یہ ساری جہالت ہے اور اس کا پھل کیا ہے کفر اور شرک۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کے وہ خزینے لٹائے جن کی مثال نہ آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں ملتی ہے اور نہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک مل سکتی ہے۔ یہ سارا کیا تھا؟ علم تھا۔ اللہ کی ذات کے بارے علم، اللہ کی صفات کے بارے علم، اللہ کی پسند کے بارے علم، اللہ کی ناپسند کا علم، کس بات پہ اللہ راضی ہے اور کس بات پہ ناراض ہوتا ہے یہ علم کی بات ہے اعمال کے نتائج۔ کس عمل کا نتیجہ کیا ہوگا اور کہاں کہاں وہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو علم تقسیم فرمایا وہ اتنا مضبوط اور اس میں اتنی قوت ہے کہ آپ کسی انپڑھ چرواہے سے بھی پوچھیں تو وہ بھی بات قیامت کی کرتا ہے۔ ایک جاہل گنوار انپڑھ بندہ سارا دن جنگل میں ریوڑ چراتا ہے کسی عالم کی صحبت میں بیٹھنا نصیب نہیں، کسی مدرسے کا منہ نہیں دیکھا، لیکن جب بات علم پر آتی ہے تو وہ بھی اللہ کے وجود کی بات کرتا ہے اُس کے معبود برحق ہونے کی بات کرتا ہے۔ وہ بھی کہتا ہے۔

لآاِلٰہ الااللّٰہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یہ بھی جانتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موت برحق ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کراماً کاتبین اعمال لکھ رہے ہیں، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ حساب ہوگا، برزخ میں بھی ہوگا، میدان حشر میں بھی ہوگا، اسے کس نے بتایا؟ میں نے بتایا۔ مجھے کس نے بتایا؟ جس نے مجھے بتایا اُسے کس نے بتایا؟ یہ سارا علم اور اس کی بنیاد ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ۔

ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور یہ علم کا وہ خزانہ ہے جس میں دنیا آخرت کے تمام علوم سمو دیئے گئے ہیں بڑی عجیب سی بات ہے کہ قرآنِ کریم کا چھوٹے سے چھوٹا نسخہ کوئی ایک انچ مربع بھی ہے۔ اُس ایک انچ مربع نسخے میں بھی دنیا اور آخرت کے سارے علوم سمو دیئے گئے ہیں۔ اور اگر اللہ کریم وسعتِ نظر عطا کریں تو قرآن کی ایک ایک آیت میں دنیا اور آخرت کے سارے علوم موجود ہیں یہ الگ بات ہے کہ مفسرینِ کرام نے عمریں لگائیں، محنتیں کیں، تعلیم حاصل کرنے میں، تعلیم کو اپنے وجود کا حصہ بنانے میں اُس پر عمل کرنے میں، پھر وہ موتی بکھیرنے میں اور قرآن حکیم کے سمندر میں غوطے لگا لگا کر انہوں نے بے شمار جواہر بے بہا نکالے قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے واحد کتاب ہے جس کی دو لاکھ سے زیادہ تفاسیر طبع ہوئیں اور جو طبع نہیں ہوئیں لکھی گئیں چھپ نہ سکیں اُن کی تعداد کسی کے پاس نہیں لیکن دو لاکھ پہ ختم نہیں ہو گئیں قیامت تک لوگ جنہیں رب توفیق دے گا وہ لکھتے رہیں گے۔ کوئی لکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ سارے نکات میں نے بیان کر دیئے سارے راز میں نے سمیٹ لئے اب اس کے بعد کوئی راز باقی نہیں ہے یہ نہیں ہو سکتا یہ ناممکن ہے۔

اللہ کریم نے مجھے اس سعادت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت کا فیضان نظر تھا کہ قرآن حکیم کی سمجھ دی۔ میں نے سادہ سی تفسیر لکھنے کی کوشش کی اللہ قبول فرمائے آمین۔ کہ عام آدمی کے لئے اُس میں کیا ہے۔ عام آدمی کو آیت کریمہ جو بھی وہ پڑھے اُسے پتہ چلنا چاہئے کہ یہ مجھے کیا کہتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ سب سے سہل، آسان، جتنی تفاسیر آج تک لکھی گئیں اُن سب سے آسان ترین لکھنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود اُس میں ایسے نکات آئے ہیں جو پہلی دو لاکھ تفاسیر میں نہیں ملتے۔ حالانکہ وہ کوئی اتنی معرکہ آرا تصنیف لکھنے کی بات نہیں ہے یا کوئی ایسی تفسیر نہیں لکھی گئی جو بڑی مثال ہو کوشش یہ کی گئی ہے کہ عام آدمی کو آیت کریمہ کا ترجمہ جب پڑھے تو اُسے سمجھ آجائے، کہ میرے لئے اس میں کیا حکم ہے مجھے اِس آیت کے مطابق کیا کرنا چاہئے یعنی نہایت سادہ، نہایت سلیس اردو، نہایت عامیانہ سے جملے، روزمرہ کی زبان، کوئی اُس میں ادبی کاوش نہیں کی گئی۔ کوئی اُس میں حوالے نہیں دیئے گئے کوئی اُس میں گرائمر زیر بحث نہیں لائی گئی کوئی صرف ونحو کی بات نہیں کی گئی کوئی شانِ نزول کی بات نہیں کی گئی۔ سادہ سادہ سی بات، اس کے باوجود اُس میں ایسے نکات آئے جو اس سے پہلے طبع ہونے والی دو لاکھ تفاسیر میں نہیں ملتے۔ کوئی اور لکھے گا وہ شاید ایسے جواہر تلاش کرے گا جن تک میری رسائی نہیں ہوئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ ایک ایسا خزینہ ہے جس کی انتہا نہیں ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ کس نے دیا؟ سارے کا سارا قرآن ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ وحی رسول اللہ ﷺ پہ نازل ہوئی کوئی دوسرا دنیا میں گواہ بھی نہیں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور میں بھی سُن رہا تھا صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُنی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی اس سے پردہ اٹھا کر اُس میں معنی کے جو خزینے تھے وہ لوگوں پہ منکشف فرمائے۔ دنیا میں جتنے جواہر چُنے گئے تفاسیر میں سب خوشہ چین ہے ارشادات محمد رسول اللہ ﷺ کی اور قیامت تک لوگ کرتے رہیں گے اور پھر بھی کوئی یہ کہہ نہیں سکے گا کہ سارے راز آشکارہ ہو گئے اور مجھے سمجھ آ گئی۔

ایک اُستاد پڑھاتا ہے ہم بھی پڑھاتے ہیں میں بھی اُستاد ہوں شاید جسے ہم پڑھا رہے ہیں اُس پر اتنی باتیں منکشف نہ ہوں شاید ہمارے مر جانے کے بعد کسی کو یاد نہ رہے جسے ہم نے پڑھایا ہے شاید اُس ایک بندے کو یاد رہیں وہ دنیا سے اٹھ جائے تو کوئی جاننے والا نہ ہو گا لیکن یہ تقسیم علم کا معجزہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا کہ جسے نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے وہ ازل سے ابد تک کے حقائق جان جاتا ہے، خواہ وہ انپڑھ ہو، گڈریا ہو، چرواہا ہو، جاہل ہو، وہ جاہل نہیں ہے جو اللہ کو جانتا ہے۔ وہ کیسے جاہل ہے جو آخرت کی خبر رکھتا ہے، وہ کیسے جاہل ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچانتا ہے، وہ کیسے جاہل ہے، جاہل وہ ہے جس نے نہ اللہ کو جانا، نہ آخرت کو جانا، نہ محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانا، وہ دنیا بھر کے علوم پڑھ

جائے وہ جاہل ہے اس لئے قرآن فرماتا ہے کہ جو بیہودہ بات کرے میرے بندے اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں۔
لَانبتَغی الجٰھِلِینَo

ہمیں جاہلوں کی مجلس پسند نہیں، ہم جاہلوں کے طلبگار نہیں، ہم جاہلوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ تو میرے بھائی یہ بات ٹیلی ویژن توڑنے کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ بیہودہ بات کو سُنا اور دیکھا نہ جائے۔ اگر لوگ بیہودہ بات سننا چھوڑ دیں تو ٹیلی ویژن والوں کو بھی اپنی اصلاح کرنی پڑ جائے گی۔ ہمارے یہ پروگرام تو کوئی دیکھتا نہیں اس کے لئے تو لوگوں نے لائسنس کینسل کروائے لوگوں نے ٹی۔ وی خریدنا چھوڑ دیا ہے کہ اس میں صرف بے حیائی رہ گئی ہے کوئی کام کی بات نہیں ہوتی۔ اگر لوگ دیکھنا چھوڑ دیں، اگر لوگوں کا اللہ سے ایسا تعلق ہو کہ وہ بے حیائی سننا چھوڑ دیں تو ٹیلی ویژن کا ادارہ بھی مجبور ہو جائے کہ اُس میں ایسی بات نہ آئے۔ اگر اخبار میں ہم بُری خبریں پڑھنا چھوڑ دیں کسی عورت کی عزت لٹتی ہے خبر بن جاتی ہے یہ کیا خبر ہے؟ ایک ظلم ہوا ہے اُس کی اشاعت دوسرا ظلم ہے۔ چار آدمیوں نے کسی کے بارے میں سنا کہ فلاں بچی بے آبرو ہو گئی تو آپ نے سارے جہان کو کیوں سُنا دیا کیا یہ اُس کے ساتھ دوسرا ظلم نہیں ہے اور پھر اُس کے بعد اُسے انصاف بھی نہیں ملتا۔ یعنی اگر بے حیائی کی اشاعت نہ کی جائے۔ کیوں کی جاتی ہے اس لئے کہ ہم پڑھتے ہیں۔ آپ بڑے سے بڑا نیکی کا کام کریں اُس کی خبر نہیں چھپتی بلکہ اخبار والوں کا مقولہ ہے کہ اگر یہ بات لکھی جائے کہ فلاں جگہ کتے نے بندے کو کاٹ لیا یہ کوئی خبر نہیں پڑھتا لیکن اگر یہ لکھا جائے کہ فلاں بندے نے کُتے کو کاٹ کھایا تو سارے پڑھتے ہیں۔ چھینا جھپٹی ہوتی ہے، اخبار لے جاتے ہیں، دکھاؤ یہ کہاں ہے، کس نے کاٹا، کیسے کاٹا۔ تو جو لوگوں کی پسند یا چائس ہوتی ہے وہی چیز چھپتی ہے وہی چیز میڈیا میں آتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اگر ٹیلی ویژن پہ بے حیائی عام ہے تو ہم بے حیائی دیکھتے ہیں۔ اخباروں میں اگر بے حیائی کو اُچھالا جاتا ہے تو ہم وہ بے حیائی سننا، پڑھنا چاہتے ہیں، ہم اخبار بھاگ بھاگ کر خریدتے ہیں اخبار بکتے ہیں اس لئے، آپ ایک دن اخبار نہ خریدیں ملک میں کوئی بھی نہ خریدے ملک میں اخبار کہ اس میں تو ساری ڈاکے کی اور بے حیائی کی خبریں ہیں کوئی اچھی خبر نہیں تو اخبار دوسرے دن چھپے گا نہیں ایک دن کی مار نہیں سہہ سکتے کہ اگر ایک دن کا پرنٹ اخبار نہ بکے تو اُن کا سارا سلسلہ رُک جاتا ہے جبکہ اللہ کریم نے تعریف ہی یہ فرمائی ہے۔ وَاِذَاسَمِعُو اللغو اَعْرَضُو عَنه، جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں میاں ہمارا کردار ہمارے لئے ہے اور تمہارا کردار تمہارے لئے ہے اور ہم تم سے جُدا ہوتے ہیں۔ سَلٰمٌ عَلَیکُمْ۔ تمہیں سلام کرتے ہیں۔ لَانبتَغِی الجٰھِلینَ o ہمیں جاہلوں کی مجلس پسند نہیں ہے اس سے اگلی آیت کریم میں جو بات ارشاد فرمائی وہ اتنی سخت ہے کہ بندہ لرز جاتا ہے مخاطب فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ اِنَّکَ لَاتَھدِیْ مَنْ اَحبَبتَ ولٰکِنَّ اللہَ یَھدِی مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالمُھتَدِین o اے میرے حبیب ﷺ تو جسے چاہے اُسے ہدایت نہیں ملتی کیونکہ آپ ﷺ تو رحمت مجسم تھے۔ آپ ﷺ پر جو پتھر برساتے آپ ﷺ اُن کے لئے دعا فرماتے، جنہوں نے آپ ﷺ پر تیر برسائے آپ ﷺ نے اُن کے لئے دعائیں کیں، جنہوں نے آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا آپ ﷺ نے اُن کے لئے دعائیں کیں، تو فرمایا اس طرح نہیں کہ تیرا کرم عام ہو اور انسانی کردار کی اہمیت ہی ختم ہو جائے آپ ﷺ کے کہنے پر ہر کسی کو ہدایت نہیں ملے گی ہاں جو آپ ﷺ کو چاہے گا اللہ جانتا ہے کہ اُس کے دل میں کیا ہے کتنا ظالم، کتنا گنہگار، مدت کا کافر، مشرک ہو، جب آپ ﷺ کے لئے عقیدت کا ذرہ اُس کے دل میں پھوٹے گا اللہ اُسے ہدایت دے دے گا آپ ﷺ کے چاہنے سے نہیں دے گا جو آپ ﷺ کو چاہے گا وہ ہدایت پائے گا۔ یعنی ہدایت کا کلیہ یہ ہے کہ اللہ ہدایت تقسیم فرماتا ہے اور اللہ دلوں کے حال جانتا ہے جو بھی اور جب بھی آپ ﷺ کو چاہے گا اُسے ہدایت دے دے گا۔ وہ کتنا گمراہ ہوا، وہ کتنا گنہگار ہو، وہ کتنا جاہل ہو، کتنا دور چلا گیا ہو جب بھی اُس کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت کی ایک

کرن بھی چھوٹے گی میں اُس کا دِل روشن کر دوں گا اُسے ہدایت دے دوں گا۔لیکن وہ اگر آپ ﷺ کے ساتھ عداوت کرتا رہے اور آپ ﷺ کرم فرماتے رہیں میں اُسے ہدایت نہیں دوں گا۔

بعض لوگوں کے جنازے سے منع کر دیا گیا رسول اللہ ﷺ کو' اور قرآن میں حکم ہوا کہ آپ ﷺ ستر دفعہ بھی ان کی بخشش کی دعا کریں گے تو میں انہیں نہیں بخشوں گا۔آپ ﷺ ایسے کریم تھے جنازہ تھا ابن ابی کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس کے جنازے پہ تشریف نہ لے جائیں اس نے ساری عمر تو اس کی مخالفت کی ہے اور بظاہر مسلمان کہلاتا رہا یہ منافقوں کا سردار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں جنازے پر جاؤں گا۔اُس کا عمل اُس کے لئے ہے۔لیکن میرا کرم تو وہ محدود نہیں کر سکتا فوراً ایت کریمہ نازل ہوئی کہ آپ ﷺ اگر ستر دفعہ بھی بخشش کی دعا کریں گے تو اسے نہیں بخشوں گا۔آپ ﷺ نے خود آیت کریمہ صحابہ کو سنائی کہ یہ وحی الٰہی نازل ہوئی ہے قربان جایئے اس کرم پہ' فرمانے لگے میں ستر سے زیادہ دفعہ دعا کر دوں گا یعنی اللہ کریم اگر فرماتے ہیں کہ ستر مرتبہ دعا سے نہیں بخشوں گا تو میں ستر سے زیادہ بار دعا کر دوں گا پھر دوسری آیت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ کو نہ اس کے جنازے پہ جانے کی اجازت ہے اور نہ اس کے لئے دعا کرنے کی اجازت ہے اگر ان میں سے کوئی بھی مر جائے آپ ﷺ اُس کی قبر پر بھی تشریف نہیں لے جائیں گے۔اور اُس کے لئے مغفرت کی دعا بھی نہیں فرمائیں گے روک دیا گیا۔اس لئے کہ آپ ﷺ کا کرم تو عام ہے آپ ﷺ رحمت مجسم ہیں لیکن نتائج تو مرتب ہوں گے کہ اُس کے دل میں آپ ﷺ کے لئے کیا ہے اگر اُس کے دل میں بغض ہے تو میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ہاں اُس کے دل میں محبت کی کرن آ جائے تو ہدایت کے دروازے کھل جائیں گے۔

اب ایک دل میں دو محبتیں نہیں ہوتیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ' نبی ﷺ کی حدیث کا اکثر حوالہ دیا کرتے تھے کہ انسان کو دو میں سے ایک طرف نقصان اٹھانا پڑتا ہے دنیا میں یا آخرت میں آخرت کی پاسداری کرے تو اکثر اوقات دنیوی نقصانات اُٹھانا پڑتے ہیں اور اگر دنیا سمیٹنے میں لگ جائے تو پھر آخرت کے نقصانات برداشت کرنا پڑتے ہیں دونوں طرف فائدہ ہو دونوں طرف ایک سے تعلقات رہیں یہ ممکن نہیں ہے دنیا کا تقاضا الگ ہے۔آخرت کا تقاضا الگ ہے۔یا دنیا آخرت کے تابع ہو گی نفع ہو یا نقصان' یا پھر آخرت بھول جاؤ گے۔اگر دنیا کے منافع کے پیچھے پڑھ جاؤ وہ ملے یا نہ ملے اُس کا ملنا یقینی نہیں ہے جبکہ آخرت کا ملنا یقینی ہے جو آخرت کو طلب کرتا ہے اُسے آخرت کا ملنا یقینی ہے اور جو دنیا کو طلب کرتا ہے اُس سے آخرت چھوٹ جاتی ہے یہ دنیا کا ملنا یقینی نہیں ہوتا تو بات ہو رہی تھی بے حیائی سے رُکنے کی اب ہمارے دل میں اگر تو بارگاہ نبوی ﷺ کی محبت ہے۔اگر تو ہم چاہتے ہیں کہ کبھی خواب ہی میں سہی ہمیں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت ہو جائے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ قبر میں جب فرشتہ سوال کرے۔**مَاکنت تقول فی حق ھذا الرَّجل** اس ہستی کے بارے تو دنیا میں کیا کہتا تھا تو سامنے آقائے نامدار ﷺ کا رُخِ انور ہو اور میں کہہ اٹھوں **فداہ' ابی و اُمی ھذا رسول اللّٰہ** ﷺ۔میرے ماں باپ اِس پہ قربان ہوں یہ تو اللہ کا حبیب ہے' اللہ کا رسول ہے' میرا نبی ﷺ ہے' اگر ہم یہ چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی آنکھوں کو' اپنی زبان کو' اپنے دل کو' بے حیائی سے بچانا ہوگا۔ایک عام سا مصالحہ ہے سیمنٹ' آپ ایک اینٹ کو کیچڑ میں لتھڑ دیں اُس پر سیمنٹ لگائیں' نہیں لگے گا ایک اینٹ کو تر نہ کریں خشک رہنے دیں اُس پہ سیمنٹ لگائیں نہیں لگے گا ہر اینٹ کو آپ پانی میں ڈبوئیں گے اُس سے الائش دور کریں گے اسے صاف کریں گے پھر اُس پہ سیمنٹ لگائیں گے تب لگے گا۔انسانی دل میں بے حیائی دیکھنے کا شوق بھی ہو' فواحشات کا شوق بھی ہو' بُرائی کا شوق بھی ہو' بُری باتیں سننے کا شوق بھی ہو' اور پھر اُس دل میں عشقِ رسول ﷺ بھی ہو یہ کیسے ممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ دل میں جب حُبِ رسول اللہ ﷺ نہیں ہوتی تو ہمارے اعمال' ہمارے کردار' کی تعمیر نہیں ہوتی۔

یہ جو ہمارے مولوی نے علماء تو جانتے ہیں لیکن ہماری

مصیبت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہے لیکن وہ مولوی ہیں اُس نے ہمیں ایک تصور دے دیا ہے کہ جی نیکی جو ہے یہ اُدھار مزدوری ہے اور اُس کا اجر مرنے کے بعد ملے گا۔ جو سراسر غلط تصور ہے' بے بنیاد ہے۔ ہر نیکی کا اَجر فوراً ملتا ہے۔ نیکی کا اَجر ہوتا کیا ہے؟۔ نیکی کا اَجر یہ ہوتا ہے کہ اُس کے اعمال کی اصلاح ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اِنَّ الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاءِ وَ المُنکَر

جولوگ باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہیں نماز بے حیائی سے اور بُرائی سے روک دیتی ہے اب اگر نماز مقبول ہوتی ہے تو بے حیائی دیکھنے کو جی نہیں چاہتا اور اگر ہم نماز اتنی جلدی پڑھیں کہ جلدی ختم ہو کہ فلاں فلم گزر جائے گی جو ساری بے حیائی پہ مبنی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نماز قبول نہیں ہوئی' ایک ایکسر سائز ہے جو ہم نے کر لی دل میں تڑپ بُرائی کی ہے۔ وجود کو ہم یہاں اُٹھا بٹھا رہے ہیں۔ اور قرآن نے یہ اصول دے دیا ہے۔ اِنَّ الصلوٰۃ تنھٰی عنِ الفحشاءِ وَ المُنکر نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے گویا ہر نیک عمل کا پہلا ثواب یہ ہے کہ نیکی کی مزید توفیق ہوتی ہے اور گناہ سے بچنے کو جی چاہتا ہے گناہ سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اور یہ جو نیکی مزید کرنے کی اور گناہ سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اس پر آخرت کی تعمیر ہوتی ہے آخرت کا اَجر جو ہوگا وہ اُس کردار پر ہوگا اور عبادات کا اَجر یہ ہے کہ اُس سے کردار کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

ہم اگر اپنے حقائق تلاش کریں تو پاکستان کی کم از کم دو تہائی سے زیادہ آبادی حج سے مستفید ہو چکی ہے۔ کچھ لوگ اپنے سرمائے پر گئے کچھ لوگوں کے بچے فوج میں ہیں اُدھر سعودیہ وغیرہ چلے گئے والدین کو انہوں نے بلا لیا کچھ اور بزرگوں کے بچوں نے دولت کمائی اور والدین کو حج پر بھیج دیا میرے اپنے اندازے کے مطابق اگر چودہ کروڑ آبادی ہے تو کم از کم آٹھ کروڑ مرد و خواتین ایسے ہوں گے جو حج کر کے آ چکے ہیں اگر چودہ میں سے آٹھ کروڑ بندوں کا کردار سُدھر جائے تو کیا ریاست اسلامی نہ بن جائے۔ حج کیا ہے؟ زندگی میں ایک بار فرض ہے یعنی ایسی عبادت ہے کہ زندگی میں ایک بار کر لی جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آدمی حج میں اس طرح ہو جاتا ہے گویا آج پیدا ہوا پہلے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔ جس طرح بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے بے گناہ اور بے قصور' ظلمت سے پاک' بندہ بیت اللہ سے اُس طرح باہر نکلتا ہے لیکن وہ بچہ جو بالکل گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے جب اُس میں شعور آتا ہے تو خود کو گناہوں سے لتھڑ لے تو وہ پاکی اُس کے کس کام آئی۔ یعنی اکثریت کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ مکے میں رہتے ہوئے عبادت کی طرف دھیان کم اور خرید و فروخت کی طرف زیادہ ہوتا ہے کہ میں یہاں آ گیا ہوں یہاں سے کیا کیا لے کے جاؤں کہ وہاں نہیں ملتا۔ خرید و فروخت منع نہیں ہے لیکن خرید و فروخت ہی کو اہمیت دے دینا اور فرائض حج کو فراموش کر دینا یہ تو درست نہیں جنہیں حج کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ عجیب لوگ ہوتے ہیں۔

ہم عرفات سے واپس آ گئے تھے۔ قربانیاں ہو رہی تھیں' ایک پٹھان مولوی صاحب تھے جو کراچی میں کہیں کسی مسجد کے خطیب تھے' سال بھر بچاتے رہتے اگر سرمایہ بن جاتا تو حج پہ چلے جاتے۔ میں اُن کے پاس اکثر بیٹھا رہتا تھا اچھے آدمی تھے' اچھی باتیں ہوتی تھیں' میں گیا تو پیسے گن رہے تھے حضرت کیا بات ہے؟ کیا گن رہے ہیں؟ فرمانے لگے'' یار! میں گن رہا ہوں کہ میرے پاس کتنے پیسے ہیں واپسی کا خرچ بھی ہے کچھ دن ابھی رہنا بھی ہے اُس کا حساب کر رہا ہوں تو میرے پاس کچھ پیسے بچتے ہیں میرے خرچ سے زائد ہیں'' میں نے کہا'' پھر آپ ان کا کیا کریں گے''؟ کہنے لگے'' ایک بکرا اور کاٹوں گا''۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں ان کا سونا خرید لوں گا یا ان کا کمبل خرید لوں گا کہنے لگے ابھی تو منٰی میں ہیں قربانیاں کر رہے ہیں ایک بکرا اور کاٹوں گا میرے پاس اتنے پیسے بچتے ہیں یعنی ایک قربانی اور کروں گا اُس بندے کو اندازہ ہے کہ وہ کہاں بیٹھا ہے اُسے اندازہ ہے کہ میں منوں سونا بھی لے جاؤں لیکن یہاں جہاں اسمٰعیل ذبیح اللہ کی قربانی ہوئی تھی یہاں اگر ایک بکرا اور ذبح کر دوں تو شاید مجھے کیا کچھ آخرت میں مل جائے گا۔ اب جو بندہ

یہ سوچ رکھتا ہے اُسے کوئی کیا بہکائے گا کیا بے حیائی اُسے دکھائے گا۔

لیکن ہماری سوچ اگر مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی دنیا ہی کی ہو تو آپ دیکھ لیجئے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوتہائی آبادی حاجی ہے لیکن کسی پر اعتبار کرنے کو دل نہیں کرتا۔ علماء کرام کے ساتھ کتنے لوگ ہیں' پیران عظام کے ساتھ کتنے لوگ ہیں' اگر مریدین ہی کی اصلاح ہو جاتی تو کتنا حصہ ملک کا سُدھر چکا ہوتا! ہم روز نفاذِ اسلام کا شور کرتے ہیں۔

یاد رکھیں! حکومتیں معاشرہ نہیں بناتیں معاشرہ حکومتیں بناتا ہے۔ اگر معاشرے میں اسلام نہیں ہوگا تو آپ پر کبھی اسلام نافذ نہیں ہو سکے گا۔ کوشش کرنا الگ بات ہے اگر کوئی خلوص سے کوشش کرتا ہے تو اُسے خلوص سے کوشش کرنے کا اُجر ملے گا لیکن نفاذِ اسلام کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ معاشرہ اسلامی ہو جائے۔

جب وصال نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کی بات آئی بڑے بڑے مجاہد' بڑے بڑے اکابر' بڑے بڑے جرنیل' بڑے بڑے عالم' بڑے بڑے فقیہہ' مفسر' محدث' موجود تھے صحابہ کرامؓ میں معیار کیا تھا؟ ابوبکر صدیقؓ کو کیوں چُنا گیا؟ جب سقیفہ بنی سعد میں اکابرین کی محفل ہوئی کہ حضور ﷺ کے بعد کون جانشین ہوگا' کس کو خلیفۃ الرسول ﷺ بنایا جائے' تو معیار یہ بنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری نمازیں جب آپ ﷺ امامت نہیں فرما سکتے تھے تو اپنی جگہ پر ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر دیا اگر دین میں حضور ﷺ کا قائم مقام ابوبکرؓ ہے تو دنیا میں کون دوسرا ہے جو قائم مقام ہو سکتا ہے اس بات پر خلافت کی بیعت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر کی گئی۔

معیار یہ نہیں تھا کہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس پیسے کتنے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ تو سب کچھ لُٹا چکے تھے ابوبکر صدیقؓ تو وہ بندہ تھا کہ جب ایک غزوے کے لئے مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایثار کا حکم دیا چادر مبارک بچھا دی کہ جو جتنا دے سکتا ہے اِس پہ دو تو سیدنا فاروق اعظمؓ بہت سا سامان گھر کا اٹھا لائے اور نبی کریم ﷺ نے پوچھ لیا کہ عمرؓ کتنا لائے ہو؟۔ یارسول اللہ ﷺ آدھا بچوں کے لئے چھوڑ دیا ہے اور آدھا جہاد کے لئے دے دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے تو آپؓ نے کمبل پھاڑ کر گلے میں ڈالا ہوا تھا آدھا آگے آدھا پیچھے اور کانٹے پرو رکھے تھے سائیڈوں پر سلائی نہیں فرمائی تھی سوئی دھاگا بھی اِدھر لے آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا ابوبکر صدیقؓ کتنا لائے ہو گھر میں کیا چھوڑا؟ فرمایا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ گھر میں ہے باقی جو کچھ تھا وہ میں یہاں لے آیا ہوں شاعر نے کہا تھا۔

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

آپؓ کے پاس تو سرمایہ نہیں تھا' نئے کپڑے نہیں تھے' روزانہ کی روزی پھیری لگا کر کماتے تھے' سب کچھ دے چکے تھے' اور ایک آدھ تھان لے کر گلیوں میں پھر کر بیچا کرتے تھے اُس سے روزی کماتے تھے حتیٰ کہ خلیفۃ الرسول ﷺ بنا دیئے گئے تو پھیری لگانے سے باز نہیں آتے تھے اکابر صحابہ نے زبردستی روک دیا کہ اِس طرح خلافت کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ آپؓ بیت المال سے وظیفہ لیں اور خلافت کا کام کریں جو وقت آپؓ پھیری پہ لگاتے ہیں وہ وقت ضائع ہوتا ہے خلافت کا' تو آپؓ نے فرمایا پھر میرا وظیفہ اتنا ہی مقرر کرو جتنا میرا گھر کا خرچ ہے اور وہ بھی نقد نہیں ملتا تھا غلہ ملتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی تھیں' کپڑا مل جاتا تھا' اتنا جتنا ضروری ہوتا کچھ عرصے بعد آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے بچوں کے لئے میٹھا حلوہ بنایا۔ آپؓ بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ بی بی ہمارے گھر میں حلوہ؟ تو انہوں نے عرض کی کہ امیر المومنین میں ایک ایک مٹھ غلے کی رکھتی رہی ہوں ایک مٹھ سے فرق کوئی نہیں پڑتا تو دو تین مہینے کے بعد اتنا غلہ جمع ہو گیا کہ اُس کا ہم نے کوئی گڑ چینی لے لیا اور حلوہ بنا لیا تو آپؓ نے فوراً حکم لکھا کہ جو راشن میرے گھر آتا ہے اُس میں سے ایک مٹھ گندم آئندہ کم بھیجا کرو اور جب وصال ہوا تو آپؓ نے حساب کرایا کہ آج تک بیت المال سے میں نے کیا لیا ہے سارے کا ٹوٹل کرا کے فرمایا میری فلاں زمین جو ہے وہ اُس قیمت کی ہے میرے مرنے کے بعد وہ زمین بیچ کر بیت المال کے پیسے

واپس جمع کرادو۔ پُرانی چادر تھی وصیت فرمائی کہ میرا کفن اسی چادر سے بنایا جائے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ امیر المومنین کے لئے کوئی نیا کپڑا دستیاب نہیں ہوگا فرمایا قبر میں میں نئے کپڑے کو کیا کروں گا کسی زندہ آدمی کے کام آئے گا' میرے لئے یہ پُرانی چادر کافی ہے۔ دولت تو نہیں تھی صدیق اکبرؓ کے پاس کہ اُسے خلیفہ چُنا گیا۔ قربِ رسول اللہ ﷺ تھا نیابت رسول ﷺ تھی۔

آج ہم نفاذِ اسلام کی باتیں کرتے ہیں جو بندہ داڑھی بھی رکھتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے اسلام کا نام بھی لیتا ہے کیا وہ ایسا نہیں کہ شرابیوں' کبابیوں پر اُسے تھوڑی سی اہمیت دی جائے اس قابل بھی نہیں۔ ایک بندہ کہتا ہے میں اسلام نافذ کروں گا ضیاء الحق نے کہا کہ میں اسلام نافذ کروں گا لوگوں نے ووٹ دے دیے۔ اُس نے نافذ نہیں کیا لوگوں کو ووٹ دینے کا اجر ملے گا اور نہ کرنے کا حساب وہ خود دے گا پہنچ گیا نا۔ اُس کی بارگاہ میں اللہ اُسے بھی معاف کرے ہمیں بھی معاف کرے لیکن حساب تو میں نے اور آپ نے نہیں لینا' اُس نے لینا ہے وہ ہمارا بھی لے گا جس نے خلوصِ نیت سے اِس لئے ووٹ دیا تھا کہ اسلام نافذ ہوگا اُسے اُس کا اجر ملے گا۔ اور اگر اُس نے صرف اقتدار کے لئے لیا تھا اُس کے دل میں ہی نہیں تھا کہ کروں گا اُس کا اَجر اُسے ملے گا کہ یہ شاید اُس کے دل میں ہو اور وہ کر نہ سکا ہو یہ تو وہ جانتا ہے میں اور آپ جج نہیں ہیں لیکن خوشی اِس بات کی ہے کہ کسی کو اسلام کے نام پر لوگوں نے ووٹ تو دیئے تھے۔ مگر معاشرے نے اُس کو دیے جس کے پاس پہلے اقتدار تھا۔ شاید وہ بھی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہ ہوتا تو صرف اسلام کے نام پر ووٹ کوئی نہ دیتا چونکہ آج تو ہم اسلام کے نام پر نہیں دیتے۔ جبکہ اللہ نے اپنے بندوں کی نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ تو بُرائی اور بے حیائی سے دور بھاگتے ہیں اور جاہلوں کی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔ ہم اللہ سے نا اُمید ہو کر انہی کو جنہیں اللہ جاہل قرار دے رہا ہے انہیں سے اپنی امیدیں وابستہ کر کے انہیں ووٹ دیتے ہیں اور جب ان کا کردار ہم پہ مسلط ہو جاتا ہے تو پھر چلانے لگتے ہیں' انصاف نہیں ہو رہا' سود بند نہیں کرتے' عدالتوں میں انصاف بکتا ہے' رشوت ہو رہی ہے۔

یہ ہماری دینی تصویر ہے جتنا ہم میں دین ہے یہ لوگ اُس کے مظہر ہیں جیسی ہماری دنیا ہے اُس کا مظہر ہمارے دنیوی سیاسی جماعتوں کے لیڈر ہیں اور جتنا ہم میں دین ہے اُس کا ہمارے دینی سیاسی جماعتوں کے لیڈر ہیں گویا نہ ہم دنیا سے وفا کر رہے ہیں نہ دین سے کر رہے ہیں۔

معاشرہ وہ تبدیل کرنے کی بات کرتا ہے جو پہلے خود کو تبدیل نہیں کرتا۔ جو اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرسکتا اسے زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ معاشرے کی تبدیلی کی بات کرے۔ قومیں افراد سے بنتی ہیں افراد کی اصلاح سے قوموں کی اصلاح ہو جاتی ہے کوشش کریں اللہ سے دعا بھی کریں اپنے نبی ﷺ کی محبت مانگیں اگر ایک ذرہ بھی نصیب ہو گیا تو ہدایت بھی نصیب ہو جائے گی آخرت بھی نصیب ہو جائے گی' اور دنیا بھی سنور جائے گی اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے اتباعِ محمد ﷺ۔ باقی جتنے دروازے بارگاہ الوہیت کو جاتے تھے وہ بند ہو چکے ہیں۔ یہ قیامت تک وارہے گا نرے دعوے مسلمانی کے کام نہیں آئیں گے بندہ مومن کے جو اوصاف اللہ نے کتاب اللہ میں ارشاد فرمائے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ انہیں اپنایا جائے۔ اللہ سے توبہ کیا کیجئے کم از کم ہر نماز کے ساتھ بیس بار استغفار پڑھ لیا کریں کہ پانچ نمازوں کے ساتھ ایک تسبیح تو ہو جائے۔ اگر درود شریف پڑھنے کی توفیق ہو تو رات دن چلتے پھرتے پڑھا کریں کہ اس سے عشقِ رسول ﷺ نصیب ہوتا ہے اور عشق رسول ﷺ مل جائے تو دو جہان مل جاتے ہیں۔ ہدایت نصیب ہو جاتی ہے' قرب الٰہی نصیب ہو جاتا ہے اللہ کریم ہمارے گناہ معاف فرمائے ہمیں اصلاح کی توفیق بخشے اور اس ملک کو نیک اور اللہ کے بندوں کی قیادت نصیب فرمائے کہ عام آدمی کو انصاف عدل نصیب ہو اور دین کی حکمرانی نصیب فرمائے۔

☆☆☆☆☆

ملائیت اور فرقہ واریت

ضمیر حیدر

بصیرت کی نامعلوم بلندیوں پر فائز' خطاب کے نادر روزگار بیٹے کی دور اندیشی نے آج کے پرفتن دور کو بھانپ لیا تھا' اکثر فرمایا کرتے تھے ''سب سے زیادہ میں جس چیز سے تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں وہ ہے آدمی کا اپنی رائے کو پسند کرنا''...... پیکر عدل وانصاف کا اندیشہ بالکل درست تھا' اپنی رائے کو پسند کرنے کا مزاج ہلاکت کی بدترین قسم ہے۔ اسی رویہ کو عرف عام میں ''فرقہ واریت'' کہا جاتا ہے اور فرقہ واریت ''ملائیت'' کی کوکھ سے جنم لیتی ہے! صدر محترم واقعتاً اگر فرقہ واریت کے خاتمہ کے خواہش مند ہیں تو پہلے ''ملائیت'' کو ختم کرنا ہوگا اور ''ملائیت'' کے خاتمہ کے لئے علماء حق کے سامنے مودب ہونا بہت ضروری ہے۔ نہیں' بلکہ ناگزیر ہے! کس قدر عجیب بات ہے کہ حکومت وقت ایک طرف تو فرقہ واریت کو کچل دینے کے بلند وبانگ دعوے کر رہی ہے مگر دوسری طرف ''روشن خیالی اور اعتدال پسندی'' کو ذاتی پسند کے مفہوم کا جامہ پہنا کر دوسروں پر مسلط کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف بھی ہے۔ گویا ''آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے''

بلاخوف تردید اس حقیقت کو بھی بیان کرنے کی جسارت کروں گا کہ اس وقت صدر مملکت وہ واحد آدمی ہیں جو علماحق کے تعاون اور رہنمائی سے فرقہ واریت کا خاتمہ کر سکتے ہیں' بجز اُن کے یہ کار خیر سیاستدانوں سے ممکن ہے نہ مذہبی جماعتوں کے بس کی بات ہے! اسلئے کہ جس دن ملک سے فرقہ واریت کا خاتمہ ہوا' عوام الناس قران حکیم کی اصل تعلیمات سے روشناس اور اسلام کی حقیقی روح سے آگاہ ہوئے وہ دن نفاذ اسلام کا دن ہوگا۔ اس دن پاکستانی عوام یہ مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے کہ جناب! ہمارے ساتھ وہ سلوک کیجئے جو اللہ کا قرآن کہتا ہے' ریاست اور شہری کے باہمی تعلقات کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیے...... ''نفاذِ اسلام'' کا اصل مفہوم بھی یہی ہے۔ جس دن نفاذ اسلام ہوگا بیشتر سیاستدانوں کو ملک میں چھپنے کے لئے جگہ نہ ملے گی' گویا سیاستدانوں کی بقا اس میں ہے کہ اس ملک کے عوام فرقہ واریت کے دائرے میں قید رہیں وہ فرقہ واریت کو کیونکر ختم کریں گے؟ جہاں تک مذہبی جماعتوں کا تعلق ہے تو بصد ادب و نیاز مندی گزارش ہے کہ فرقہ واریت کا خاتمہ ''ملائیت'' کے خاتمہ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور پاکستان کی اکثر مذہبی جماعتیں کسی نہ کسی درجہ میں ملائیت اور فرقہ واریت ہی کا شکار ہیں تو اس کے خاتمہ کی صورت میں خود ان کا کیا بنے گا؟ حالت یہ ہے لبرل خیالات کی حامل مذہبی سیاسی جماعتیں بھی عملاً فرقہ واریت ہی کا شکار ہو چکی ہیں! تاریخ کے اس نازک تر اور خطرناک ترین موڑ پر' جب ساری دنیا کی نظریں پاکستان پر مرکوز ہیں اور ہر ابھرنے والا سورج اس چھوٹے سے ملک کی اہمیت میں اضافہ دیکھتا ہے' صدر محترم علماحق کے تعاون اور رہنمائی سے' خلوص' دیانتداری اور جرائت کا مظاہرہ کر کے ملک سے فرقہ واریت کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور اُن کا یہ قدم انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تاریخ میں امر کر دے گا۔ مگر اس کے لئے یہ جان لینا از حد ضروری ہے کہ علم کیا ہے؟ حقیقی عالم کون ہوتا ہے؟ علماحق کی پہچان کیا ہے؟ اور ملائیت کس کو کہتے ہیں؟

بالعموم علم کو ''دین اور دنیا'' دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ تصور سراسر غلط ہے کیونکہ مومن کی دنیا ہی دین ہے' امور دنیاداری کو احکام الٰہی کی روشنی میں سرانجام دینا ہی دین کہلاتا ہے۔ لہٰذا دین کو دنیا سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا اور اگر ایسا کر لیا جائے تو پھر دین باقی نہیں رہتا' چند عبادات رہ جاتی ہیں یا کچھ رسومات!

حقیقی عالم کی تعریف یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث سے کامل آگاہی کی سعادت رکھتا ہو بلکہ مادی علوم' جدید ٹیکنالوجی' سائنسی ترقی اور نت نئی ایجادات پر

فتوے صادر کرنے کی بجائے ان علوم کو قرآن وسنت کے تابع لا کر انسانیت کے لئے مفید تر بنانے کا ہنر بھی جانتا ہو

اسی پر اکتفا نہیں ہوتا' صفائے قلب اور تزکیہ باطن کی عملی تربیت کے کٹھن مراحل طے کرنے کے لئے کسی "مرد کامل" کے سامنے دوزانو بیٹھنا بھی ضروری ہے ورنہ علوم کی بہتات "منبع رشد وہدایت" کی بجائے "لغت ہائے حجازی کا قارون" بنا دیتی ہے!

دین حق کو کلام الٰہی' سُنت مطہرہ اور افعال واقوال صحابہؓ کی روشنی میں پوری صحت کے ساتھ عوام الناس تک پہنچانا یہ علماحق کا کردار ہے اور اسلامی تعلیمات میں اپنے نقطہ نظر' ذاتی رائے' پسند اور مفاد کو شامل کر کے دوسروں پر مسلط کرنا "ملائیت" کہلاتا ہے۔

موروثی عقائد ونظرات اور ذاتی نقطہ نظر کو ملیامیٹ کر کے اللہ کی کتاب کو اس نیت سے کھولنا کہ میرا رب مجھ سے صرف مجھ سے مخاطب ہے اور پھر جو کچھ قرآن بیان کرے اُس کو من وعن تسلیم کر لینا یہ نبوت کے وارثوں کا وطیرہ ہے اور کسی نظریہ کا پیروکار بن کر اللہ کی کتاب پڑھنا اور پھر اپنے خود ساختہ نظریہ کی تائید کے لئے قران حکیم سے دلیلیں تلاش کرنا ملائیت کا خاصہ اور فرقہ واریت کی جڑ ہے۔

اسلام تو یہ ہے کہ دو فریقوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ تک بولا جا سکتا ہے بلکہ بعض حالتوں میں جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے علماحق محبتیں بانٹتے اور امن قائم کرنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں لیکن ملا ازم میں قرآن وحدیث سُنا کر لوگوں کو آپس میں لڑایا جاتا ہے۔ ملائیت میں تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسلام کے اوپر اپنی ذات کی بڑائی قائم کی جائے' اس کے برعکس اپنی ذات کے اوپر اسلام کی بڑائی قائم کرنا علماحق کی زندگی کا مقصد اولیں ہوتا ہے۔ جس نے تمام تر عقل ودانش محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی وہ عالم کہلایا' سر بلند ہوا اور نجات پا گیا لیکن جس نے ذاتی عقل ودانش پر بھروسہ کیا' راندہ درگاہ ہو کر گمراہی کے اندھیروں میں غرق ہوا۔

مخبر صادقؐ نے فرمایا "میری امت کے اکثر قرآن خواں منافق ہوں گے" یہ کون لوگ ہیں؟ جو دوسروں کو زیر کرنے کے لئے قرآنی آیتوں کے حوالے دیتے ہیں مگر خود اپنے آپ کو قرآنی احکام کے آگے نہیں جھکاتے۔ جو قرآن کو دوسروں کے اوپر لیڈری حاصل کرنے کا ذریعہ تو بناتے ہیں مگر خود اپنے آپ کو قرآن کا پیرو بنانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قوم کو سیدھی راہ دکھانے کی بجائے تفرقہ بازی میں ملوث کر کے ذاتی مفادات حاصل کرتے ہیں! امام غزالیؒ سے کسی نے دریافت کیا "علماحق کی علامت کیا ہے؟" فرمایا "علماحق کی نشانی یہ ہے کہ دین حق کی اشاعت وسربلندی کا جو فریضہ وہ ادا کر رہے ہوں گے' دوسرا جو کوئی' جہاں کہیں بھی اس عظیم کار خیر میں مصروف ہوگا وہ باہم دوست' معاون اور مددگار رہوں گے نہ کہ مخالف"

گویا آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک اصول عطا فرما دیا کہ اسلام میں باہم دست وگریباں ہونے کا کوئی تصور ہے نہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی کچھ گنجائش...... اور اگر کوئی اس کا شکار ہو جائے تو اس کا تعلق علماء حق کے گروہ سے کٹ جاتا ہے پھر وہ کوئی بھی لبادہ اوڑھ لے' شیطان کا پیروکار تو ہو سکتا ہے' دین حق کا داعی نہیں!

اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ علماحق کبھی تنہا نہیں رہتے کیونکہ حق اکیلا رہ ہی نہیں سکتا' اس میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ دوسروں کو گرویدہ بنا لیتا ہے' اس کی دلفریب خوشبو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے مگر اُن لوگوں کو جو حق کو پانے کی جستجو رکھتے ہوں...... اس لئے لازمی ہے کہ علماحق کے ساتھ طالبین حق کی جماعت بھی ہوگی۔ ویسے بھی نجات جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے جو جماعت سے کٹ جائے بہت کم سلامت رہتا ہے! تعصب کو بالائے طاق رکھ کر' افراد کی بجائے جماعتوں کا باریک بینی اور حقیقت پسندی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے' ان بے شمار جماعتوں میں ضرور کوئی ایک جماعت تو ایسی ہوگی جس کی قیادت علماحق کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ اُس راہ پر گامزن ہوگی جو منزل کی طرف جاتا ہے۔ جس کے متعلق رہبر انسانیتؐ نے فرمایا تھا کہ "صرف ایک راستہ ہے جو سیدھا راستہ ہے۔"...... اور اگر کوئی ایک جماعت بھی راہ حق پر گامزن نہیں تو دنیا مٹ کیوں نہیں جاتی' قیامت آ کیوں نہیں جاتی؟ دنیا کا وجود اس بات پر گواہ ہے کہ ضرور کچھ لوگ موجود ہیں جو راہِ حق پر گامزن ہیں۔ البتہ ہماری طلب اور جستجو میں خلوص شامل نہیں ہے۔

کشمیر میں چند روز (قسط نمبر 1)

☆ ساغر اویسی ☆

جوں جوں اعتکاف کے مبارک ایام قریب آتے جا رہے تھے' بے چینی و بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ موسم ہجر قریب الختم تھا اس لئے پورے عروج پر تھا۔ بقیہ ماندہ چند یوم گزارنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ جی چاہتا تھا کہ پر نکل آئیں اور بندہ فوراً حضرت جی کے قدموں میں جا گرے اور جی بھر کے رُخ روشن کی زیارت کرے۔ بلواسطہ جی بھر کر وصالِ حبیب ﷺ اور وصالِ الٰہی کے مزے لوٹے۔ تصور پیشگی وصال کے مزے لینے لگتا' پورے دس دن وہ ہونگے اور ہم ہونگے' بے چینی' پریشانی' وساوس اور ہجر کی بجائے ایسا وصال ہوگا جو روح اور دل کی گہرائیوں تک اُتر جائے گا۔ حسب معمول پہلے ذکر ہی میں وہ کیفیت نصیب ہوگی کہ عطا کرنے والا تمام خالی برتن بھر کر مایوسی سے منگتوں کو دیکھے گا کہ یہ کتنے چھوٹے ظرف لے کر کس جگہ آئے ہیں۔

انہی خواب وخیال میں ایک دن سحری کے بعد میرے ہم پیالہ وہم نوالہ اور ہمدرد ''بوٹا صاحب'' کا فون آیا کہ...... ''اس بار پچاس سال سے کم عمر کوئی بندہ دارالعرفان منارہ میں اعتکاف نہیں بیٹھے گا بلکہ سیدھا راولپنڈی حافظ غلام قادری صاحب کے در دولت پر حاضری دے گا۔''

اس ہجر آفریں خبر سے سنبھلے نہ تھے کہ انہوں نے مبارک باد دی کہ پہلی بار اس نوعیت کی ڈیوٹی کے لئے حضرت جی نے الاخوان کو بھی حکم دیا ہے ورنہ اس سے پہلے یہ سعادتیں ہمیشہ سپیشل کلاس کے حصے میں آتی رہی ہیں۔

حضرت جی کا یہ فتویٰ اُن کی سوچ سے بالکل ہم آہنگ تھا۔ آپ نے ہمیشہ حقوق اللہ پر حقوق العباد کو فوقیت دی ہے' اُمت مسلمہ کی پریشانیوں اور مصیبتوں پر اُن سے زیادہ پریشان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے سنت اعتکاف پر بھی اہل کشمیر کے پریشان حال بندوں کی مدد اور دل جوئی کو ترجیح دی۔ یہ وقت کے تقاضے کے عین مطابق تھا لہذا ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'' کے مصداق فوراً دل کو نئی صورت حال پر آمادہ کیا۔ احباب کو بذریعہ موبائل آگاہ کیا اور نئی صورت حال کے مطابق سامان تیار کر کے بروقت عازم راولپنڈی ہوئے۔ والد محترم' ڈاکٹر محمد سردار صاحب اور ایک نئے ساتھی میرے ساتھ تھے لیکن یہ تینوں بزرگ عازم ''منارہ'' تھے (عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے یہ اُن خوش نصیبوں میں شامل تھے جن کو سنت اعتکاف اور رُخِ روشن محبوب کی زیارت کی پورے دس دن اجازت حاصل تھی) جی بھر کر زیارت کی جو چند لمحات کے بعد لذتِ وصال سے ہمکنار ہونے والی تھیں۔ ان بزرگوں کو ''کلر کہار'' اُتار کر آگے روانہ ہوا' اب میں اکیلا ہی جانب منزل رواں تھا (فیصل آباد سے روانگی کا ابھی تک کوئی اجتماعی پروگرام نہیں بنا تھا) اردگرد سرسبز و شاداب پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور پاکستان کی خوبصورت ترین موٹر وے پر سفر جاری تھا۔ میرا تصور مختلف جگہوں پر بھٹکتا پھرتا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار خصوصی احسانات ہیں اگر میں ہر وقت شکر ادا کرتا رہوں تو بھی ان احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اس سفر کو ہی لے لیں' کتنے دوست تھے جو پورے خلوص سے میرے ساتھ آنا چاہتے تھے' تیاری مکمل تھی اور دل بے قرار لیکن مکروہات دنیا سنگ راہ بن گئیں۔ میں نے سوچا مجھ میں کوئی خوبی احباب سے زیادہ نہیں۔ ورع وتقویٰ میں احباب سے بہت پیچھے ہونے کے باوجود ایسے مواقع پر مجھ پر اللہ کریم کی خاص عنایت ہوتی ہے کہ وہ میرے لئے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں' حالانکہ اگر اُس کی رحمت شامل حال نہ ہو تو بندہ کوئی کام کرنے کی بجائے خود دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے' اللہ کی یہ خاص عنایت ہے کہ وہ خود ہی بندے کو توفیق عطا فرماتے ہیں لیکن کام لینے کے بعد کریڈٹ اس کمزور انسان کو عطا فرماتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں وہ شخص ہوں کہ اگر اس قدر انعامات اور نوازشات نہ ہوتیں تو میں بستر مرگ پر ہوتا کیونکہ مجھے چھ بار ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے اور انتہائی نگہداشت وارڈ میں

رہ چکا ہوں۔ انسان اس سٹیج پر زندہ نہیں رہ سکتا اور اگر زندہ بھی ہو تو یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک نارمل اور تندرست انسان کی طرح زندگی گزار سکے، چہ جائیکہ وہ ایک سپرفٹ انسان کی طرح پہاڑی علاقوں میں امدادی کارروائیوں کے لئے جائے۔ رب العالمین کا احسان ہے کہ بیعت سے لے کر آج تک حضرت جی کے احکامات کی بجا آوری میں ناچیز کو صف اول میں رکھا ہے۔ میرے ناتواں اور کمزور جسم کو اس قابل رکھا کہ میں نارمل ساتھیوں کے ہم قدم رہ سکوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ حسرت ویاس سے بستر پر پڑے رہنے سے اُس نے محفوظ رکھا ہے۔ ورنہ یہی غم جان لیوا ہوتا کہ حضرت جی نے فلاں حکم دیا لیکن میں اس کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ صوفیا کے اقوال کے مطابق ..... "شیخ کی حکم عدولی قبول کرنے سے موت قبول کرنا زیادہ بہتر ہے، بے عملی موت سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ موت سے مخلوق سے رشتہ ٹوٹتا ہے اور اس سے خالق سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔"

20 رمضان المبارک کو مغرب کی نماز دارالعرفان راولپنڈی میں محترم حافظ غلام قادری صاحب کی معیت میں ادا کی۔ اُن کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت جی نے امدادی سرگرمیوں کے مرکزی منتظم کے طور پر اُن کو متعین فرمایا ہے۔ حضرت جی بندہ مومن اور اویسی سالک کی جو تصویر اپنی تحریر و تقریر میں ارشاد فرماتے ہیں، قادری صاحب بلا مبالغہ اس پر پورے اُترتے ہیں اور یہ اُن پر اللہ کا خاص احسان ہے۔ جتنا وقت ان کے ساتھ گزرتا ہے بندے کو بھاگ بھاگ کر اُن کی نارمل روٹین کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ ہمارے پہنچتے ہی انہوں نے بتادیا کہ دو گھنٹے بعد آپ میڈیکل ٹیم کی صورت میں 9:00 بجے راولاکوٹ روانہ ہو رہے ہیں۔ ان دو گھنٹوں میں بڑی مشکل سے تصاویر بنوا کر ایمرجنسی ریزلٹ لئے، ضروری کاغذات تیار کروائے اور واقعی نو بجے قادری صاحب ہمیں روانہ کر چکے تھے۔ ہماری حوصلہ افزائی کے لئے دور تک ہمارے ساتھ آئے۔ ہم کل چھ ساتھی تھے۔

1-پروفیسر محمد شبیر نذیر صاحب ایف۔جی کالج کوٹلی آزاد کشمیر
2-ڈاکٹر عبدالحکیم عاطف صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ
3-ڈاکٹر واصف اقبال صاحب کوئٹہ
4-راجہ مسعود اختر صاحب کوٹلی آزاد کشمیر
5-راجہ آفتاب احمد خان صاحب کوٹلی آزاد کشمیر
6-راقم الحروف

ہمیں امدادی سامان لے جانے والے ایک ٹرک میں بٹھایا گیا جو رات گئے راولپنڈی سے روانہ ہوا۔ جوں جوں رات بھیگتی جا رہی تھی مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں ضرورت کے مطابق گرم کپڑے لے کر نہیں آیا۔ میرا کشمیر کا یہ پہلا سفر تھا اور اندازہ نہیں تھا کہ اتنی ٹھنڈ ہو سکتی ہے۔ کشمیر میں رات کو درجہ حرارت خاصا گر جاتا ہے لیکن دن کو اگر دھوپ نکل آئے تو موسم کافی خوشگوار ہو جاتا ہے۔ دن اور رات کے درجہ حرارت میں یہاں کافی فرق ہوتا ہے۔ امیر صاحب نے ڈاکٹر عبدالحکیم، راجہ مسعود اختر اور راقم الحروف کو ڈرائیور کے ساتھ بٹھایا ہوا تھا اور خود بقیہ ساتھیوں کے ساتھ ٹرک کے اوپر کھلی فضا میں بیٹھے تھے۔ میں ان حالات میں سخت شرمندگی محسوس کر رہا تھا اگر صحت نارمل ہوتی میں کبھی یہ بے ادبی نہ کرتا اُن کے حکم کو نظر انداز کر کے اُوپر جا بیٹھتا۔ میرا خیال تھا کہ میں حسب سابق زیادہ سردی برداشت نہیں کر سکوں گا لیکن یہ خیال خام تھا۔ اگلے دس دنوں کی ہنگامی روٹین میں ہر طرح کے حالات اور موسم کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی اور جس طرح اللہ کریم شروع سے میری کمزوریوں، لرزشوں، سیاہ کاریوں اور نالائقیوں پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں اس کمزوری پر بھی پردہ ڈالے رکھا۔ بناسپتی گھی اگر دو دن بھی لگاتار کھا لوں تو طبیعت پر سخت بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں مگر وہاں پورے دس دن ہوٹل کا کھانا تھا، بھاگ دوڑ تھی اور رمضان المبارک بھی تھا، پکوڑے، سموسے، تلی ہوئی چیزیں یعنی ہر طرح کی بدپرہیزی جی بھر کر کی۔ ان اللہ علی کل شیء قدیرo

حضرت جی کا فرمان ہے کہ "یہاں (منارہ) میں جو پکے کھاؤ انشاء اللہ کسی کو بھی نقصان نہیں ہوگا"۔ اور ہم بھی ان کے قدموں میں آئے تھے اگر

آگے روانہ کر دیئے گئے تو اس سے احکامات نہیں بدلتے۔ ہم بہر حال سنت اعتکاف پر تھے اس لئے منارہ والی سہولتوں سے سارے سفر میں استفادہ کرتے رہے۔

سحری کے وقت ''ڈاردیلی'' پہنچے اور سحری کے لئے ایک خوبصورت جگہ کا انتخاب ہوا۔ راولپنڈی سے سحری کے لئے کچھ ہلکا پھلکا سامان خریدا تھا تا کہ راستہ میں کام آسکے لیکن ہوٹل میسر آنے پر پرتکلف کھانا بھی کھایا اور چائے کے ساتھ وہ سامان بھی نوش تن کیا جو راولپنڈی سے لائے تھے کیونکہ اللہ کریم اگر آسانی فرما دیں تو بلاوجہ کا فقر درست نہیں۔ صبح کی نماز یہیں ادا کی بعد ازاں اس سفر کا پہلا ذکر ہوا۔ سڑک کے کنارے' کھلے آسمان تلے منفی درجہ حرارت میں۔ ذکر کے شروع ہوتے ہی میری کئی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اس ذکر سے پہلے میں خود کو بدقسمت تصور کرتا تھا کہ اس بار حضرت جی کی رفاقت نصیب نہیں ہو سکے گی لیکن یہ ذکر تو دارالعرفان منارہ والا ذکر تھا جس میں قربِ شیخ رگِ جاں تک اُتر آتا ہے۔ حسب سابق ایک تہی دست و تہی دامن فقیر ایک سخی شہنشاہ کے در پر دستِ طلب دراز کئے بیٹھا تھا۔ دینے والا سارے خالی برتن بھر کر ترحم بھری نظروں سے سوالی کو دیکھتا تھا کہ کاش تو اور حاصل کر سکتا لیکن تیری ناتوانی مجھے مزید مائل بہ کرم ہونے سے روکتی ہے کہ تو مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ ایک ایسی شخصیت سے تعلق نصیب ہے جس کے لئے دوریاں' نزدیکیاں' جلوتیں' خلوتیں سب برابر ہیں حتیٰ کہ برزخ بھی اُن کی دسترس سے باہر نہیں۔ شرمندگی سے رو رو کر دورانِ ذکر ہچکی بندھ گئی اور اس یخ بستہ موسم میں بھی پسینہ آ گیا۔

دوبارہ عازم سفر ہوئے' روشنی ہلکی ہلکی پھیل گئی تھی' وادی جنت نظیر سامنے تھی' قدرت کا ایک شاہکار' پہلی دفعہ دیکھنے پر بندہ کو یقین نہیں آتا کہ کوئی سرزمین اتنی خوبصورت بھی ہو سکتی ہے۔ سیڑھیوں کی شکل میں اوپر کو تنگ ہوتے ہوئے اور نیچے کو پھیلتے ہوئے سرسبز و شاداب پہاڑ' جگہ جگہ پھوٹنے والے قدرتی چشمے' تناآور' انتہائی خوبصورت بلند و بالا درخت' جا بجا چرتے ہوئے مویشی اور ان سب سے بڑھ کر خوبصورت کشمیری باشندے بلاشبہ جس نے بھی اسے جنت کہا ہے غلط نہیں کہا۔ کشمیر کو دیکھنے کی ایک مدت سے خواہش تھی لیکن کاش یہ خواہش اس طرح پوری نہ ہوتی کہ اس وادی کو ''لہورنگ'' دیکھنا پڑتا۔ پہلے صرف مقبوضہ وادی لہورنگ تھی لیکن آج آزاد کشمیر بھی زخموں سے چور تھا۔ یاسیت کی چادر تھی جو ساری وادی کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ کشمیر کے ٹوٹے پھوٹے در و دیوار نظر آنے لگے تھے' زلزلے نے پوری وادی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا' کوئی دوکان' مکان یا پلازہ مکمل محفوظ نہیں تھا۔ یہ سب کچھ احباب میڈیا کے ذریعے دیکھ چکے ہیں۔ دیواروں پر نعرے درج تھے........ کشمیر بنے گا خود مختار''........ کشمیر بنے گا پاکستان...... ملک ہمارا حکومت تمہاری نامنظور...... غیر ملکی غاصبو چھوڑ دو کشمیر...... کشمیر آرمی بحال کرو...... کم از کم تنخواہ دو تولے سونے کے برابر کرو...... روزگار دو یا حساب دو...... تقسیم کشمیر نامنظور...... اکثر نعرے زلزلے کی طرح دل شکن اور دل نگار تھے۔ بہت سے نعرے جو کل تک غداری اور بغاوت کے زمرے میں آتے تھے آج ہمارے حکومتی منشور میں ڈھل چکے ہیں اور کل تک حب الوطنی کی علامت سمجھے جانے والے نعرے آج قابل گردن زدنی ہیں۔ شاعر کا مشورہ یاد آیا۔

تازہ ہوا کے شوق میں اے ساکنانِ شہر
اتنے نہ در بناؤ کہ دیوار گر پڑے

ہم دل گرفتہ منزل مقصود تک پہنچے۔ سردار عابد صاحب اتنی صبح مرکزی کیمپ میں موجود نہیں تھے لیکن فون پر ہماری آمد کی اطلاع بہر حال اُن تک پہنچ چکی تھی' فرش پر گدے ڈال کر ہمارے لئے بستر بچھائے گئے جو کہ ہماری توقع سے زیادہ بہتر اور آرام دہ تھے۔ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی' کافی دن چڑھے آنکھ کھلی' ادویات کا ذخیرہ دیکھا۔ بہت وافر مقدار میں ادویات تھیں جو ہر طرح کے مریضوں کے لئے کافی تھیں۔ عابد صاحب کا دفتر بہت پر آسائش اور آرام دہ تھا جو انہوں نے ہمارے لئے خالی کر دیا اور اپنا دفتر باہر دروازے کے ساتھ ایک چارپائی پر منتقل کر لیا۔ یہ جگہ آئندہ دس دنوں کے لئے ہمارا مرکزی دفتر قرار پائی۔ (جاری ہے)

دینی صحافت

زلزلہ اور نئے آئیڈیاز (قسط نمبر 1)

سجاول خان رانجھا

دینی جرائد کے ساتھ میرا تعلق خاصا پرانا ہے۔ علما کرام کی تقریروں کا ایک موضوع اور مزاج ہے تو اسی طرح دینی صحافت کا ہے جس طرح علما کرام میں فرقے ہیں، اسی طرح دینی جرائد میں مختلف مکاتب فکر پائے جاتے ہیں۔ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد میں دینی صحافت کے نام سے ایک سہ ماہی رپورٹ ڈاکٹر سفیر اختر مرتب کرتے تھے، جو اسلامی انٹرنیشنل یونیورسٹی میں استاد ہیں۔ جب یہ ذمہ داری میرے سپرد ہوئی تو یہ کام غیر معتبر اس اعتبار سے تھا کہ جیسی علما کرام کی ہمارے معاشرے میں قدر و منزلت ہے، ویسی ہی ان کے صحافتی کام کی ہے۔ اب اسے سائنسی بنیادوں پر ترتیب دینا کہ اس سے نہ صرف مذہبی حلقوں کے فکری رجحانات کا ایک نظر میں اندازہ ہو سکے، بلکہ ممکنہ طور پر انہیں جدید صحافتی تقاضوں کی طرف مائل اور قائل کیا جا سکے، خاصا مشکل کام تھا۔ یہ سلسلہ ماہنامہ "دینی صحافت" کے تحت تقریباً ساڑھے تین سال چلا۔ اس کی افادیت اور اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ کی لائبریری آف کانگریس نے اس کی تمام جلدیں منگوائیں۔ حکیم سعید مرحوم نے اپنی بے خبری پر اظہار افسوس کرتے ہوئے بیت الحکمہ کے لئے تمام جلدوں کا تقاضہ کیا۔ اس طرح پانچ مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے فاضل مدیران نے اسے بہت سراہا۔ بدقسمتی سے یہ سلسلہ کسی باعث رک گیا۔ لیکن اس کی یاد اور اس ناچیز کے بارے میں رائے متعلقہ حلقوں کے حسن ظن سے کبھی محو نہ ہو سکی۔

چنانچہ چند ماہ قبل روزنامہ ہمدرد نے "آئیڈیا" کے نام سے وہی سلسلہ دوبارہ شروع کرنے کا پروگرام بنایا اور راقم الحروف نے دینی جرائد کو تعارفی خطوط لکھے، تو ان کی جانب سے محبت بھرے جذبات سے اندازہ ہوا کہ خیر خواہی پر مبنی خدمات ذہنوں سے کبھی محو نہیں ہوتیں۔ چاہے نقطہ نظر میں اختلاف بھلے رہا ہو وہ اب بھی ہے میں ان کروڑوں افراد میں سے ہوں جنہوں نے بچپن میں دینی مدارس سے قرآن پڑھا۔ نماز ادا کرنا سیکھی۔ علماء سے اسلام کی تعلیمات حاصل کیں اور اپنی تاریخ سے آگاہی پائی۔ لیکن عمر، تعلیم اور تجربے کی ایک حد کے بعد میرا احساس بجا ہے کہ علما وقت اور علم کی رفتار کا ساتھ دینے والوں میں سے نہیں ہیں۔ وہ میرے جیسے جدید اذہان میں ابھرنے والے اکثر سوالات کی تشفی نہیں کر سکتے، آج دنیا کی نظریں ان پر مرکوز ہیں۔ انہیں عجیب نظروں سے دیکھ رہی ہیں کہ ان کی معاصر امور پر آراء نئے سائنسی و علمی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ کس حد تک درست ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حالیہ زلزلے کے بارے میں دینی حلقوں کا نقطہ نظر اس سے بہت مختلف ہے، جو علمی، سائنسی اور صحافتی حلقوں کا ہے۔ اس وقت میرے سامنے بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور متفرق نقطہ ہائے نظر کے متعدد جرائد موجود ہیں۔ ان میں زلزلے سے متعلق اداریوں میں آرا کا اظہار کیا گیا ہے یہاں چند جرائد کے خیالات کا خلاصہ اور اس پر تبصرہ دے رہا ہوں۔ یہ وہ سوالات ہیں جو بہت سے ذہنوں کی طرح میرے ذہن میں بھی ہیں۔ شاید آپ کے بھی ہوں۔ مجھ سے ای میل میں بھی یہ پوچھا گیا ہے کہ آیا موجودہ آفت اللہ کی طرف سے سزا ہے یا یہ امتحان تھی اور ان میں فرق کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے؟

ماہنامہ کنز الایمان لاہور سے بریلوی مکتب فکر کا جریدہ ہے۔ نومبر کے شمارے میں اپنے اداریے "زلزلہ...... ہمارے اعمال کی سزا" میں

لکھتا ہے...... ''لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں زلزلہ آیا ہے' وہاں برائیاں بھی بہت ہوتی تھیں۔ کاش ہم یہ بات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں دیکھ لیتے کہ ہماری حالت تو ان لوگوں سے بہت ہی بری ہے۔ ہمیں اجتماعی توبہ کرنا چاہئے۔ گناہوں کی معافی مانگنا چاہئے''۔

تبصرہ۔ ''بات بھی یہی ہے کہ کسی ایک خطے کو نشان زد کرنے کے بجائے ہم بحیثیت مجموعی اپنے رویوں کا جائزہ لیں۔ لیکن جس توبہ اور گناہوں کی معافی کی تکرار دینی حلقوں کی طرف سے کی جارہی ہے کیا اس سے مراد بس یہ ہے کہ دن میں ایک تسبیح استغفار کی پڑھ لی جائے؟ اکثر مسلمان یہ کام بہت آسان سمجھتے ہیں اور اس پر بڑے شوق سے عمل درآمد کرتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی معاشرے کے اخلاق وکردار میں کوئی قابل ذکر تبدیلی دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ توبہ اور معافی ہی کیا' جو محض زبان کی مشق اور بطور لپ سروس عادت قرار پائے۔ علما کرام توبہ اور معافی کے جدید معانی اور طریقے ایسے بتائیں جو الفاظ کے دہرانے سے کچھ زیادہ ہوں''۔

ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور میں بریلوی مکتب فکر کا رسالہ ہے۔ اپنے اداریے ''امریکہ پر عذاب الٰہی کا آغاز'' میں اس کے مدیر اعلیٰ صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری رقم طراز ہیں ''کترینہ طوفان امریکہ کے احتساب کا نقطہ آغاز ہے...... یہ عبرتناک اور تباہ کن طوفان جہاں امریکہ کیلئے وارننگ ہے وہیں لاچار وناتواں امت مسلمہ کے لئے اس میں ڈھارس اور اصلاح احوال کے لئے کئی پیغام مضمر ہیں''۔

تبصرہ۔ زیر نظر اداریہ پاکستان میں آنے والے زلزلے سے پہلے کا تحریر کردہ ہے اداریہ نگار اب اہل پاکستان کو کیا ''ڈھارس'' بندھانا چاہے گا' جنہیں خود ایک زلزلہ نے ''کتر'' کر رکھ دیا ہے بالفرض کسی اور طوفان سے امریکہ پورے کا پورا غرق کیوں نہ ہو جائے' اس سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا؟ کیا وہ اس کے بعد متحد ہو جائیں گے؟ بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث کی تفریق ختم کر دیں گے؟ ان میں فرقہ واریت کا خاتمہ ہو جائے گا؟ کیا وہ علم' سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں امارت پر فائز ہو جائیں گے؟ کیا سنت الٰہی یہی ہے؟ کسی مراثی کے بیٹے نے باپ سے پوچھا' ابا گاؤں کا چوہدری مرجائے تو اس کا جانشین کون ہوگا؟ مراثی نے جواب دیا' اس کا بیٹا ''بیٹا مرگیا تو؟'' جواب تھا' اس کا بیٹا۔

''وہ مرگیا تو......؟'' جواب وہی تھا ''وہ مرگیا تو......؟''

''چاہے وہ سب کسی کترینا یا ریٹا کی نذر ہو جائیں'' مراثی نے سڑ بھج کر جواب دیا پھر وہی پُتر تو چوہدری نہیں بن سکے گا''۔

دیوبندی مکتب فکر کے جریدے ماہنامہ الفاروق (کراچی) کے اداریے میں جہاں قوم کے جذبہ ایثار وقربانی کو سراہا گیا ہے اس کے ساتھ ان کے گھروں میں رقص وسرود' کھیل تماشوں اور شور وشغب کو اسلامی تعلیمات کی ضد قرار دیتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا گیا ہے کہ ''متاثرین کی امداد کے لئے کھیلوں کے مقابلوں اور اداکاروں کے جمگھٹوں کے انعقاد کا اعلان کیا جارہا ہے'' اور سوال کیا گیا ہے کہ ''کیا یہ رویہ مسلمانوں کو زیب دیتا ہے''؟ (عبید اللہ خالد' مدیر)

تبصرہ۔ مصیبت کی گھڑی میں رقص وموسیقی اور کھیل تماشے واقعی زیب نہیں دیتے۔ لیکن اداریہ نگار کی بات سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ کسی طور کھیلوں اور فلمی شعبے سے تعلق رکھنے والوں کی طرف سے متاثرین زلزلہ کی امداد کے لئے شو اور ریلیوں کو جائز نہیں سمجھتے۔ کیا وہ ان طبقوں کی نیکی کو محض اس بنیاد پر کار بے خیر خیال کرتے ہیں کہ ان کی نظر میں ان کے پیشے سرے سے غیر اسلامی ہیں؟ اور جب تک یہ لوگ اپنے موجودہ مشاغل کو ترک نہیں کرتے' انہیں نماز' روزہ اور انفاق کا کوئی کام انجام نہیں دینا چاہئے؟ اداریہ نگار کی نظر میں کھیلوں کے مقابلوں کی اسلامی حیثیت کیا ہے؟ وہ جن کھیلوں کو اسلامی سمجھتے ہیں' ان کی فہرست ہی گنوا دیں۔ (جاری ہے۔)

بشکریہ روزنامہ ''ہمدرد'' اسلام آباد

مغربی مفکرین نے تو انسان کو بھی حیوانوں میں ہی شامل کیا ہے اور اسے حیوان ناطق یعنی ایسا جانور جو بات کر سکتا ہے کہہ کر یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ صرف زبان کے فرق سے اسے ساری بلندی حاصل ہے۔ مگر فخر دو عالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ صرف یہ فرق نہیں ہے بلکہ اصل فرق یہ ہے کہ اس میں روح ہے جو ایک لطیفہ ربانی ہے اور براہ راست عالم امر سے ہے' عالم امر جو تخلیق کی حد سے اوپر اور صفات باری کی تجلیات کا عالم ہے۔ چنانچہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ اپنی روح کو نور ایمان سے زندہ کرے' عبادات سے روشن کرے اور یوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کے عظیم ترین مرتبے پر فائز رہے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکا تو نہ صرف اپنی تخلیق کا مقصد کھو بیٹھا بلکہ اپنے سے نیچے کی ساری مخلوق سے خدمت لیتا رہا اور اپنا کام نہ کرنے کے جرم عظیم میں گرفتار ہوگا اور اللہ کے غضب کا شکار ہوگا۔

کنز الطالبین

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون
041-2664028
041-2665971

گوشہ خواتین (عورت کی عظمت)

معیاری عورت وہ ہے جو خداداد صلاحیتوں کو اپنے ارادہ و پسند سے بروئے کار لا کر نگران کار کی ہدایت کے مطابق انسانیت کی تعمیر و ترقی میں کوشاں ہو۔ یہ نہیں تو وہ عورت نہیں بلکہ عورت کی شکل میں ایک بے نام مخلوق ہے۔

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
ماخوذ از "المرشد" مارچ 1998ء

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم٥

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم٥

فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللّٰہ. (۴. ۳۴)

ہر خوبی یا اوصافِ عالیہ کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اور یوں تو ہر درجہ مستحسن اور محبوب ہوتا ہے مگر انسان کی فطرت یہ ہے کہ اسے ہمیشہ خوب تر کی تلاش اور خواہش ہوتی ہے بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہر خوبی اور کمال کا انتہائی بلند درجہ حاصل ہو جائے اور سچ پوچھئے تو انسان کی ساری تگ ودو' تمام تر جدوجہد اسی کمال کے حصول کے لئے ہوتی ہے میدان عمل گو مختلف ہوتے ہیں' مقاصد اور نصب العین جدا ہوتے ہیں مگر ان میں یہ قدر مشترک لازماً موجود ہوتی ہے کہ جو خوبی اور کمال ہو معیاری اور مثالی ہو۔

علم سے بے بہرہ اور تہذیب سے نا آشنا ایک دیہاتی کو دیکھئے وہ اگر زمیندار ہے تو اس میں اسے نام پیدا کرنے کی خواہش ہے اور چاہتا ہے کہ بہترین زمیندار سمجھا جاؤں۔ صنعتکار ہے تو مثالی کام کرنے کی خواہش ہے۔ پڑھا لکھا مہذب شہری ہے تو اسے اپنے کام اور فن میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے کی دھن ہے۔ سیاسی ذہن کا مالک ہے تو نمائندگی اور اقتدار کے اعلیٰ منصب پر اس کی نگاہ جمی ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ گویا انسانی فطرت کا بنیادی مسئلہ ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اس کے سارے احکام' اس کی تمام تعلیمات' اس کے جملہ قوانین وضوابط انسانی فطرت کے عین مطابق ہی نہیں بلکہ انسانی ضرورت کو پورا کرنے کی واحد صورت ہے۔

اسی داعیہ یعنی خوب تر کی تلاش کو لیجئے اور اس کے ساتھ انسان کی اس فطری خصوصیت کو شامل کیجئے کہ وہ مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ یعنی مل جل کر زندگی بسر کرنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی خصوصیت کا کرشمہ ہے کہ اس کی وجہ سے عائلی زندگی کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی ترقی کر کے اجتماعی' قومی اور بین الاقوامی صورت اختیار کرتی ہے۔

ایک گھر یا کنبہ کی بنیادی اکائی وہ رشتہ ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان خاوند اور بیوی کے عنوان سے قائم ہوتا ہے' مرد کی فطرت میں مفالیت ہے اور عورت میں انفعالیت ...... لہٰذا فطری ہے کہ مرد کو ایک معیاری اور مثالی رفیق حیات کی تلاش ہوتی ہے تو انسان کے اس فطری داعیہ کی تسکین اور تکمیل کے لئے اسلام نے جہاں مرد کو اس معیار سے آشنا کیا جو اس کو معیاری رفیق کی تلاش میں رہنمائی کرے اور عورت کو ان خوبیوں سے روشناس کرایا جو اس کی عظمت اور رفعت کی آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام نے اصولی تعلیم دیتے ہوئے سب سے پہلے یہ بتایا کہ ایک گھر یا کنبہ کے نظام کو صحیح طور پر چلانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایک فرد ذمہ دار' نگران اور محافظ مقرر ہو۔ باقی افراد اس کی رہنمائی میں امن وسکون سے ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ یہ ایسی ضرورت ہے جس سے کوئی انسان واقف نہیں۔ کوئی مدرسہ ہو' کالج ہو'

فیکٹری یا ادارہ جب تک کوئی ایک فرد اس کا نگران اور ذمہ دار مقرر نہ کیا جائے۔ کوئی کام نہیں چل سکتا اور صرف نگران مقرر کرنا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ یہ دیکھنا لازمی ہوتا ہے اور جب ایسی صورت سامنے آئے کہ ایک سے زیادہ باصلاحیت افراد موجود ہوں تو فیصلہ کرتے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان میں نسبتاً بہتر کون ہے۔

قرآن حکیم کی جس آیت مبارکہ کا ایک حصہ اُوپر نقل کیا گیا ہے اس کی ابتدا اسی اصول کے بیان سے ہوتی ہے کہ جب ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان خاوند اور بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے' ایک خاندان کی بنیاد پڑ جاتی ہے' اس لئے اس سلسلے میں انسان کی پہلی اور بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بتا دیا کہ اس ادارے کا نگران اور محافظ مرد ہوگا۔ کیونکہ خالق کائنات نے تخلیقی طور پر اس میں قیادت ونگرانی اور حفاظت کی صلاحیت رکھ دی ہے اور بیرونی ماحول کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری اسی پر ہے۔ عورت کو خارجی حالات اور معاشی فکر سے آزاد قرار دے کر اس کی ساری توجہ اور تگ ودو کا رخ گھر کے اندر کی تعمیر وتزئین اور اصلاح کی طرف کر دیا اور اس کے ذمہ یہ فریضہ رکھا کہ گھر کے نگرانی اور محافظ کی نگرانی اور رہنمائی میں تعمیر انسانیت کا فریضہ ادا کرتی رہے۔

عورت کے فرائض میں بقائے نوع اور اصلاح وتربیت اولاد کو سرفہرست رکھ دیا۔ یہ کام بظاہر معمولی نظر آتا ہے مگر اتنا کٹھن' ایسا وقت طلب اور دقت طلب ہے کہ عورت اس کے علاوہ کسی اور بوجھ کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی لئے ان فرائض کی کما حقہٗ بجا آوری کے لئے جن اوصاف اور جن خوبیوں کی ضرورت ہے اس کی نشاندہی کر دی اور فرمایا کہ صالح عورت وہ ہے جو نگران کار کی ہدایت اور رہنمائی میں یہ تعمیری منصوبہ پورا کرنے کا جذبہ رکھتی ہے جس کا نام قرآن نے "قانتات" رکھا ہے۔ یہاں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں اول یہ کہ "صالح" کے معنی نیک کے کئے جاتے ہیں مگر اس نیک کے لفظ کے مفہوم میں جو وسعت ہے اس پر نگاہ نہیں رکھی جاتی۔ نیک وہ ہے جو صحیح کام' صحیح صورت میں' صحیح طریقے سے' صحیح وقت پر کرے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں کام کرنے کی صلاحیت بھی کہتے ہیں۔ گویا "صالحات" کے لفظ سے یہ ظاہر ہے کہ یہاں معیاری عورت کی پہلی صفت یہ بتائی کہ اس میں عورت کے فرائض ادا کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہو۔ مگر یہ صلاحیت تو قدرت کا عطیہ ہے اور تخلیقی امانت ہے یعنی غیر اختیاری فعل ہے' اس لئے عورت پر اس کی ذمہ داری کیوں ڈالی گئی؟ تو یہاں یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ خالق نے اسے عورت بنا کر اس میں صلاحیت تو رکھ دی ہے لیکن اس صلاحیت کو بروئے کار لانا عورت کے ارادہ اور جذبہ پر منحصر ہے۔

تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ معیاری عورت وہ ہے جو خداداد صلاحیتوں کو اپنے ارادہ وپسند سے بروئے کار لا کر نگران کار کی ہدایت کے مطابق انسانیت کی تعمیر وترقی میں کوشاں ہو۔ اگر یہ نہیں تو وہ عورت نہیں بلکہ عورت کی شکل میں ایک بے نام مخلوق ہے۔

دوسرا لفظ "قانتات" ہے اسے باطل قوتوں اور اسلام دشمن اقوام اور تحریکوں نے خوب "ایکس پلائٹ" کیا ہے اس کا مفہوم ہے "اطاعت شعار"...... اسلامی معاشرے کو بگاڑنے' اسلام کو بدنام کرنے اور عورت کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے لئے مغرب نے عورت کو یہ پڑھایا کہ اسلام نے عورت کو مرد کا غلام' نوکر اور بندہ بے دام کی حیثیت دی ہے حالانکہ یہ ہر طرح مرد کے برابر ہے۔ اس لئے "آزادیٔ نسواں" اور "مساواتِ مرد وزن" کے پر فریب نعروں اور عنوانوں کے ساتھ اسلام کے خلاف تحریکیں چلا دیں اور عورت بھی ایسی بھولی بھالی مخلوق ہے کہ وہ باطل کے دام ہمرنگ زمین میں پھنس گئی اور ایسی پھنسی کہ خوب اس جال کے حلقوں کو تنگ کرتی جا رہی ہے اور اپنے مقصد تخلیق سے ہٹ کر بے راہ رو ہو رہی ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ فطرت کے خلاف بغاوت کو اپنی خوبی سمجھتی ہے۔ واقعی باطل کی چال ایسی کامیاب ہوئی کہ "خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری" کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

اس اطاعت شعاری کے مفہوم اور اس کے تقاضوں پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو باطل کا سارا استدلال رد ہو جاتا ہے مگر یہ تو جب ہو کہ کوئی

غور کرنے پر آمادہ بھی ہو! اس کی حقیقت یہ ہے کہ فرض کیجئے ایک کالج ہے' پرنسپل اس کا نگران اور ذمہ دار ہے تو کیا کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ کالج کے تمام پروفیسرز اور طلبہ پرنسپل کے غلام اور نوکر ہیں؟ حالانکہ سب پر اُس کی اطاعت تو فرض ہے!

اسی طرح ایک مملکت کے وزیراعظم کو لیجئے وہ سربراہ مملکت نگران اور ذمہ دار ہے تو کیا سارے وزراء اور حکومت کے دوسرے کارندے وزیراعظم کے غلام اور بندہ بے دام ہوتے ہیں؟ حالانکہ سب کے لئے اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے وہاں یہ قانون کیوں لاگو نہیں ہوتا؟ سب وزیروں اور حکومت کی تمام مشینری کو مساوات اور آزادی کے نام سے وزیراعظم کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ یہاں پرنسپل یا وزیراعظم کی ذات کی اطاعت مطلوب نہیں بلکہ حکومت کے دستور' قانون اور قواعد وضوابط کی اطاعت ہوتی بھی ہے اور کرائی بھی جاتی ہے' وزیراعظم کی حیثیت اس کے بغیر کچھ نہیں کہ مملکت کے دستور اور قانون کی پابندی کرانے کی ایک ایجنسی ہے۔ بعینہ یہی حال عورت کے لئے مرد کی اطاعت کرنے کا ہے بلکہ اسلام نے تو یہ بنیادی اصول سکھایا ہے کہ لا طاعته المخلوق فی معصیته الخالق یعنی جہاں خالق کے احکام کی خلاف ورزی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت کرنا ہی گناہ ہے۔ تو عورت کے لئے مرد کی اطاعت کا مفہوم اس کے بغیر اور کیا ہے کہ یہ دراصل اللہ کی اطاعت ہے جو مرد کے ذریعے عورت سے کرائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سٹیٹ میں مرد ہی اللہ کے قانون کی نمائندگی پر مامور ہے۔ اس لئے جب عورت کو مرد کے خلاف ابھارا جائے گا تو اصل مقصد یہ ہے کہ عورت کو اللہ و رسول کے خلاف بغاوت پر اُبھارا جائے۔ چنانچہ یہ ہو کے رہا...... ! ماضی قریب میں اسلام بیزار "مسلمان" خواتین نے جو احتجاجی جلوس نکالا تھا اس میں مطالبہ یہی تو تھا کہ اللہ کا قانون نامنظور' رسول ﷺ کا حکم نامنظور' قرآن کا حکم نامنظور...... یہ وہ مقام ہے جہاں باطل نے "مساوات" کے راستے سے عورت کو پہنچا دیا ہے' تو "قانتات" کا مفہوم یہ ہے کہ مثالی عورت وہ ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو شیوہ بنائے اور گھر کے نگران کی رہنمائی میں اس اطاعت میں غفلت اور کوتاہی نہ آنے دے۔ ظاہر ہے اس میں مرد کی غلامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ دوسری صورت میں اللہ و رسول ﷺ کے خلاف بغاوت کا ثبوت ملتا ہے! کیونکہ سپاہی یا افسر' جرنیل کی اطاعت کرنے سے انکار کرے تو اسے حکومت کا باغی تصور کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جرنیل اس سے اپنی اطاعت نہیں کرا رہا بلکہ حکومت کے قانون کی اطاعت کراتا ہے جس حکومت کا وہ نمائندہ اور نگران مقرر ہوتا ہے۔ مثالی عورت کی دوسری صفت اور خوبی بتائی کہ "حافظات للغیب" یعنی وہ حفاظت کرنے والی ہے...... حفاظت کا تعلق ان چیزوں سے ہوتا ہے جو قیمتی ہوں' اہمیت کی حامل ہوں اور محبوب ہوں۔ انسان کے پاس بلا امتیاز تین چیزیں اس نوعیت کی پائی جاتی ہیں۔ عزت وآبرو' مال و دولت اور اولاد...... گو اہمیت کے اعتبار سے ان میں فرق مراتب ہے یعنی ایک کی حفاظت کے لئے دوسری کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ ان تینوں کا تعلق جہاں ایک طرف عورت کی ذات سے ہے وہاں دوسری طرف خاوند' کنبہ برادری اور معاشرے سے بھی ہے۔ ان تین کے علاوہ ایک چیز ایسی ہے جس کا زیادہ تر تعلق اپنی ذات سے ہے اور وہ ہے اپنی جان کی حفاظت...... ان میں سے ہر ایک کی حفاظت کے انداز مختلف ہیں۔ مثلاً عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے اپنی ذات پر ہی نظر نہیں جاتی بلکہ خاندان' قوم اور نوعِ انسانیت پر بھی نگاہ رہتی ہے اور مسلمان عورت کے لئے عزت وآبرو کا معیار وہ ہوتا ہے جو اسلام نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔

اس معیار میں کئی امور پیش نظر رہتے ہیں مثلاً تمدنی معاملات میں یہ دیکھنا کہ اپنا ہے یا پرایا ہے' محرم ہے یا نامحرم ہے' اجنبی ہے یا شناسا ہے' دوست ہے یا دشمن ہے۔ ان تمام کے لئے اسلام نے جو حدود و قیود مقرر کر دی ہیں ان کا خیال رکھنا عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہے۔ اسی طرح مال و دولت کی حفاظت کا بھی سلیقہ ہے' مثلاً سب سے پہلے یہ دیکھنا کہ مال ذاتی ملکیت ہے یا خاوند کا ہے اور میں اس کی امین ہوں۔ اگر اپنا ہے تو اس کے استعمال میں مجھے کامل آزادی ہے یا پابندی بھی ہے۔ اگر اسلام نے اس

سلسلے میں کوئی پابندی عائد کی ہے تو اسے خوشی سے قبول کرنا اور اس کے مطابق اس سے کام لینا ذاتی مال کی حفاظت ہے اور اگر خاوند کا مال ہے تو امین کی حیثیت سے مالک کی ہدایات کے مطابق اس میں تصرف کرنا مال کی حفاظت کہلائے گا اولاد کی حفاظت تو بہت وسیع میدان اور انتہائی کٹھن کام ہے کیونکہ اس میں اولاد کی حفاظت' اس کی صحت' اس کی غذا وغیرہ کا صحیح اہتمام' پھر اس کی تربیت' تعلیم' اخلاق' عبادات کی حفاظت جان جوکھوں کا کام ہے۔ یہ اتنا عظیم منصوبہ اور ایسا ہمہ وقتی توجہ کا متقاضی کام ہے کہ عورت کو جان کھپانی پڑتی ہے۔ اس کے باوجود اگر اس پر کوئی اور ذمہ داری ڈالی جائے تو یہ عورت پر ظلم ہے۔ مگر کہتے ہیں ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' اب عورت اس ظلم کا مطالبہ کرتی ہے' وہ دفتر میں کلرکی کرنے کا مطالبہ کرتی ہے' وہ میدان میں ہاکی کھیلنے کا مطالبہ کرتی ہے' کچہری میں وکیل بن کر معاشی طور پر آزاد ہونا چاہتی ہے۔ یہ تو درست ہے کہ وہ جو چاہتی ہے وہ اسے مل ہی جائے گا مگر وہ عورت نہیں رہے گی اپنے گھر کو ویران بنا دے گی اور حفاظت کے یہ تینوں خانے خراب کر کے چھوڑے گی۔ وہ مرد مونث کسی صورت میں بھی مثالی اور معیاری عورت قرار نہیں دی جا سکتی۔

یہاں حفاظت کے ساتھ ایک اور لفظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور وہ ہے...... ''للغیب''......اس نے عورت کی عظمت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ آدمی کسی کے سامنے اس کے ساتھ جو رویہ اختیار کرتا ہے وہ اس سے مختلف ہوتا ہے جو اس کی غیر حاضری میں اختیار کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو ابن الوقت' کوتاہ بین' ریا کار' بہروپیے اور ایکٹنگ کے عادی ہوں۔ ان کی ہر حرکت دکھاوے کی اور ہر ادا محض ''شو'' کے لئے ہوتی ہے اور یہ اداکاری دراصل انسان کی ذات کی نفی ہوتی ہے۔ انسانی سیرت میں یہ بہت بڑا عیب ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک عارف کی پیش گوئی پوری ہو گئی کہ

عجب نہیں کہ رہے نہ نیک وبد میں کچھ تمیز
کہ جو بدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے

چنانچہ یہ اداکاری اب خوبی بن چکی ہے اور ''نحمدہٗ ونصلی'' پڑھ کے اداکاروں کو میڈل اور ایوارڈ دیئے جاتے ہیں! مگر اسلام چاہتا ہے کہ مثالی عورت کے کردار میں تصنع اور بناوٹ کو دخل نہ ہو بلکہ اس میں خلوص ہو' ایثار ہو' للّٰہیت ہو اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ اس تمام منظر کو اللہ کریم نے ایک لفظ ''غیب'' میں سمو کے رکھ دیا ہے۔ یعنی مثالی عورت وہ ہے جو خاوند کی موجودگی میں محض اُسے دکھانے کے لئے حفاظت کی ایکٹنگ نہ کرے بلکہ پورے خلوص سے' پوری دلسوزی سے اس کی غیر حاضری میں بھی اس کا رویہ وہی ہو جو اس کی موجودگی میں ہو سکتا ہے۔ یہ عورت کی عظمت کا نقطہ عروج ہے۔

مثالی عورت کی یہ خوبیاں بیان کرنے کے بعد اللہ کریم نے ایک امر کا اضافہ فرمایا ہے کہ...... ''بما حفظ اللہ''......یعنی یہ کام اتنا کٹھن ہے کہ کوئی عورت اپنی قوت و قابلیت کے بل بوتے پر اس کو انجام دینے سے قاصر ہے لیکن عورت اگر پورے خلوص سے یہ کمال حاصل کرنا چاہے تو اللہ اس کی حفاظت کرے گا' مدد کرے گا' توفیق دے گا' اسباب فراہم کرے گا اور حالات ساز گار بنائے گا۔

اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ اگر مددگار ہو' حامی و ناصر بن جائے تو انسان کی کامیابی میں کوئی رکاوٹ کھڑی ہو سکتی ہے نہ کوئی شک باقی رہتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ عورت کا یہ خلوص رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے مقناطیس کا کام دیتا ہے۔

بس اسلام کی نگاہ میں مثالی عورت وہ ہے جس میں یہ خوبیاں پائی جائیں اور ان خوبیوں کا ماحصل یہ ہے کہ ایسی عورت اپنی ذات کے لئے' خاوند کے لئے' خاندان اور کنبہ کے لئے' قوم کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہو گی۔ اس کے اعضا و جوارح انسانیت کی تعمیر' تہذیب اور تزئین میں مصروف ہوں گے اور اس کے دل کا رشتہ رضائے الٰہی کے ساتھ جڑا ہوا ہو گا۔

سچ کہا عارف لاہوریؒ نے

بتولے باش وپنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری!

طب و صحت (الرجی)

ڈاکٹر محمد اقبال ظفر

انسانی جسم پر اندرونی اور بیرونی عوامل کے نقصان دہ اثرات مختلف علامات کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ عام طور پر نزلہ۔ جلد پر خارش۔ جلن آنکھوں میں سُرخی اور خارش وجلد کانوں میں سرخی، خارش اور جلن ناک، سانس کی نالی، حلق میں سُرخی۔ خارش اور جلن اور جلد کا رسنا ایگزیمہ دمہ، کھانسی وغیرہ الرجی کہلاتے ہیں۔

2-انسانی جسم سَر سے پاؤں تک الرجی کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے اور جسم کا ہر حصہ مختلف تناسب سے اپنی علامات کا اظہار کرتا ہے۔ جسے عام زبان میں ری ایکشن کہا جاتا ہے۔

3-ایسی الرجی فیکٹر کا تناسب جب بڑھتا ہے تو شدید علامات یا جان لیوا علامات پیدا ہوتی ہیں اسے زہریلے اثرات کہا جاتا ہے۔

مثال:۔ایک انسان جب فصل میں زہریلا سپرے کرتا ہے تو وہ اپنی صحت کے لحاظ سے اس سپرے سے متاثر ہوتا ہے کہ سپرے سانس کے ذریعہ خون میں جارہا ہے اور وہ زہر برائے راست خون میں شامل ہو رہا ہے۔

علامات:۔ آنکھوں میں سُرخی جلن، پانی نکلنا، ناک سے پانی، حلق اور سانس کی نالی میں خارش اور سُرخی۔ سر درد، چکر، معدہ میں درد، پیٹ میں مروڑ الٹیاں، موشن، جسم میں سرخ دانے، خارش پیشاب کا بند ہو جانا یا بے اختیار خارج ہونا وغیرہ

4-لہذا الرجی۔ ری ایکشن۔ زہریلے اثرات

انسانی جسم پر نقصان دہ اثرات کے نام ہیں ان سب کو ''الرجی'' کہا جاتا ہے۔

5-اس الرجی۔ ری ایکشن اور زہریلے اثرات سے جسم کا نظام اس طرح سے متاثر ہوتا ہے۔

1- جگر سب سے پہلے

2- خون دوران خون تنفس اور انتڑیاں

3- آنکھیں 4- جلد 5- کان 6- جھلیاں اور جوڑ وغیرہ

علامات۔

علامات کی نوعیت مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی ہے۔ چند کا ذکر کرتے ہیں۔

☆نزلہ ☆چھینکیں ☆پرانا نزلہ ☆حلق ناک اور سانس کی نالی کا متوام ہونا اور سرخی ☆ناک میں خارش اور جلن۔ حلق میں جلن

☆آنکھوں میں سرخی۔ جلن، پانی رسنا، نظر میں کمی ☆متلی کی کیفیت

☆بھوک کی کمی ☆معدہ اور پیٹ میں درد۔ موشن ☆جلد پر دانے

☆سکری ☆ایگزیمہ۔ جلد کا رسنا ☆کانوں میں خارش اور سُرخی

☆کان بہنا ☆پیشاب میں جلن ☆سانس میں تنگی، دمہ

علامات

B.P زیادہ یا کم

خون میں H.B کی متواتر کمی

لیکوریا اور ساتھ جگر متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔

کئی بار بیمار شوہر سے بیماری اور دوا کے اثرات بیوی میں منتقل ہوتے رہتے ہیں کئی دن تک بیوی بار بار ایک جیسی علامات سے گزرتی رہتی ہے۔

لیکوریا (شادی شدہ میں اور بغیر شادی شدہ میں) عام الرجی

(ناک۔ آنکھ۔ کان۔ جلد۔ کا رساؤ، بھی لیکوریا کی طرز کا ہی ہوتا ہے)

کھانسی

جوڑوں میں درد اور جلن۔ معدہ اور پیٹ میں گیس بننا وغیرہ

اسباب۔

ڈر اور خوف

غم۔ فکر۔ پریشانیاں (برائے راست جگر متاثر ہوتا ہے)

غصہ۔ (دماغ۔ اعصاب اور جگر پہلے متاثر ہوتا ہے)

ماحول

آلودگی۔ گرد وغبار۔ ڈسٹ۔ گھروں میں بچھے کارپٹ

گھروں میں جالیاں لگا کر ان کو صاف نہ کرنا۔ ایئر کنڈیشنڈ

الیکٹرانک، ٹانکے لگانے کا دھواں۔

مختلف یا خاص چیزوں سے الرجی۔ ویلڈنگ

سیسے اور کوئلہ کا کام۔ مختلف پیشے یا کام کی نوعیت

تیزاب وغیرہ کا کام

لکڑی کا کام کرنے والوں میں تارپین کے اثرات

بڑا گوشت بعض افراد میں۔ شراب نوشی۔ نشہ۔ تیز مرچ اور گرم مصالحہ جات۔

سیمنٹ اور گرے فائٹس۔ ٹاٹری۔ مختلف صابن۔ ٹاٹری سے پکائے گئے پھل بعض دفعہ۔

سپرے (زہریلے سپرے) ملاوٹ شدہ دودھ اور دہی

سبزیوں پر سپرے۔ زہریلی سبزیاں۔ نائلون کے بعض جوتے

گندی آب وہوا میں رہنا۔ مشترکہ لیٹرین سسٹم

کسی قسم کا زہر کپڑوں کو لگایا گیا "کلف"

خوراک کاری ایکشن زنگ آلود آٹا اور گھی چینی وغیرہ

دوا کاری ایکشن زنگ آلود ڈبوں میں رکھنے سے۔

ذہنی صدمہ۔ چہرے پر لگانے والی کریم

لپ اسٹک (بعض قسم کی)

ہر لمحے غلط لٹریچر پڑھنا۔ دیکھنا۔ وغیرہ

دن کو بھی تارے دیکھنا۔

قدرتی کمزور اجسام

بجلی کے ہائی فیلڈ کے درمیان یا نزدیک رہنا

ریڈیو۔ ٹی وی۔ ٹرانسمیٹر اور اسکی لہروں کے فیلڈ میں یا نزدیک رہنا۔

موبائل فون اور وائرلیس سیٹ شدید سردی ٹاٹرون کے کپڑے اور ناقص مصنوعی ریشے۔ شدید گرمی۔ مچھر مار کوائل اور میٹ اور سپرے کا استعمال۔

(بچوں میں ناک اور سانس کی الرجی۔ دمہ جیسی کیفیت پیدا کرتا ہے)

مانع حمل ادویات مردوں میں بازاری Sex کی ادویات

ملاوٹ شدہ اشیاء۔ ناقص غذا

ھومیو علاج

چلی ڈونیم۔ 30

ہر قسم کی جگر کی علامات۔ الرجی۔ ری ایکشن اور زہریلے اثرات انکی تمام علامات۔ غم۔ فکر۔ ڈر۔ خوف۔ آنکھ میں الرجی۔ ناک، کان۔ جلد کی الرجی دن میں تین سے چار مرتبہ۔

لیکوریا خواہ کسی وجہ سے ہو۔ خوراک اور دوا کاری ایکشن۔ کان بہنا۔ جلد بہنا۔ پیٹ میں درد۔ سکری۔

ہیلی بورس نگرا۔ 30

جب الرجی کی علامات کے ساتھ دماغ اور اعصاب متاثر ہوں۔

دن میں تین سے چار مرتبہ

آرٹیکا۔ 30 ایپس۔ 30 وغیرہ الرجی کی ادویات ہیں۔

پرہیز۔ اسباب ہی پرہیز ہیں۔

سادی۔ زود ہضم غذا استعمال کریں۔

ہر مریض تھوڑی سی توجہ سے اپنے الرجی کے عوامل جان کر۔ پرہیز کرے تو تندرست ہو سکتا ہے۔

کاٹن کے کپڑے۔ بستر وغیرہ استعمال کریں۔

کمزور بچے۔ کمزور خواتین وحضرات اور بزرگ افراد ان کو احتیاط کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

قلبی ذکر اس کا کامیاب علاج ہے۔ دوا کو بطور سہارا استعمال کریں۔

علاج (طب نبویؐ)

شہد۔ پانی میں ملا کر دو چمچ دن میں دو بار

زیتون کا تیل۔ ایک چمچ دن میں دو بار۔

مہندی۔ بیرونی طور پر۔

کلونجی۔ آدھ گرام پسی ہوئی ہر دوسرے دن ایک خوراک یا ہفتے میں ایک خوراک

ڈاکٹری علاج

آنکھوں کیلئے۔ **Prednicol eye drops**

OR Betnisol ey drops etc.

کانوں کیلئے

Otocan ear drops - Bentnesole drops

Kanacomb drops ect.

جلد کیلئے۔ **Hydrocortison cream**

OR

Betnovate cream- Ultralanum cream ect.

جوڑوں کیلئے

Tab-Deltacortial - Tab.Betnilan ect.

سانس کی تنگی یا دمہ۔ **Tab.Ventolin- Syp. Inhalor**

Betamathason inhalor- decadron inhalor.

جگر کیلئے

Inj. Dextrose 10% 100cc daily.

نزلہ اور ناک کیلئے

Tab. Pheneramine 4mg 1+1 OR 10D-

Any Nasal Drops.

قسط نمبر 2

سلسلہ وار..................

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا الله یار خان رحمته الله علیه

کی مبارک زندگی کے احوال

تاریخ تصوف میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد سوانح

"حیاتِ طیبہ"

سے اقتباس......

پس منظر

سلسلہ نبوت' آقائے نامدار ﷺ پر اختتام پذیر ہوا لیکن کار نبوت تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ برکات نبوی ﷺ اور تعلیمات نبوت ﷺ کی حفاظت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذمہ ہے لیکن ان کی ترویج وتقسیم کا فریضہ مشائخ عظام' اولیائے کرام اور علماء حق کی مقدس جماعت کے سپرد ہوا۔ ان نفوس قدسیہ نے مثل انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام اس کار نبوت کی بجا آوری کا حق یوں ادا کیا کہ صدیوں کی دوری کے باوجود آج بھی امت کی زبان پر یہ اعتراف حقیقت جاری ہے۔

ربنا اننا سمعنا منا دیاً ینادی للایمان ان امنو ربکم فامناo

اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا' پکارتا ہے ایمان کے لئے کہ ایمان لے آؤ اپنے رب پر' سو ہم ایمان لائے۔ (آل عمران-193)

اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے ہر قاری کی زبان پر' خواہ اس کا تعلق کسی دور سے بھی ہو' یہ اعتراف حقیقت جاری ہے کہ دربار رسالت ﷺ کے ان نقیبوں نے اس تک پیغام رسالت اس طرح پہنچایا گویا کہ اس نے یہ پیغام براہ راست آقا نامدار ﷺ سے سنا ہو۔ یہی حال برکات نبوی ﷺ کا ہے جن کی ترسیل اہل اللہ کے حصہ میں آئی۔ یہ دولت بھی ان کے منور قلوب کے ذریعے اس طرح تقسیم ہوئی کہ صدیوں کے فاصلوں کے باوجود برکات صحبت نبوی ﷺ آج بھی قلوب میں جاگزیں ہیں' تقرب الٰہی کا واسطہ ہیں اور ان برکات کے دم قدم سے یہ جہاں آباد ہے۔

جس طرح برکات کا وجود بقائے جہاں کی ضمانت ہے' اسی طرح کفر کے مقابل برکات کے توازن سے دنیا میں امن قائم ہے اور فساد فی الارض اسی توازن کے بگڑنے کا نام ہے۔ تاریخ کے ادوار میں جب کبھی ظلمت وگمراہی انتہا کو پہنچی تو اس کے مقابلے میں اتنے ہی بلند مرتبہ عالم ربانی

اور ولی کامل کو نورنبوت کے انعکاس پر مامور فرمایا گیا۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانہ پر نگاہ ڈالیں تو روافض کے فرقہ باطلہ کی تاریخی شق کرنے کے لئے یقیناً ایسے ہی تابناک سورج کی ضرورت تھی۔ برصغیر میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے ہاتھوں دین اکبری کا خاتمہ ہوا اور تجدید واحیائے دین کا عظیم فریضہ سرانجام دینے پر وہ مجدد الف ثانیؒ کہلائے۔ غرض جب کبھی کفر کی تیرگی حد سے بڑھی' اس قدر صاحب قوت وتصرف ہستی کے ذریعے نورنبوت کا تفوق ظہور میں آیا۔ یہی سنت الٰہی تاریخ کے تسلسل کے ساتھ ہمیشہ جاری نظر آتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

تاریخ اسلام پہ نگاہ ڈالیں تو انیسویں صدی کے وسط آخر میں امت مسلمہ مکمل طور پر باطل قوتوں کے نرغے میں نظر آتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق کفار مجتمع ہو کر گروہ در گروہ اس طرح عالم اسلام کے درپے تھے جس طرح بھوکے لوگ دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ' مسلم ریاستوں کا بٹوارہ اور چھوٹے چھوٹے جغرافیائی ٹکڑوں پر اپنے گماشتوں کے ذریعے بالواسطہ مغرب کی حکمرانی کے ساتھ مسلم دنیا پر کفر کا تسلط مکمل ہو چکا تھا۔ امت مرحومہ کی تاریخ کا یہ بدترین دور تھا۔

اسی پُرفتن زمانے میں برصغیر میں قادیانیت کے شجر خبیثہ کا بیج بویا گیا جو بیرونی آقاؤں کی آبیاری سے خوب پھلا پھولا۔ چکڑالوی مذہب کے نام پر انکار سنت کے فتنہ نے سر اٹھایا جس کی ترقی یافتہ شکل بعد میں پرویزیت کی صورت منظر عام پر آئی۔ اسی زمانے میں روافض نے بھی زور پکڑا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کی کھلے عام کردار کشی ہونے لگی۔ ان تمام فتنوں کا ہدف اگرچہ تعلیمات نبوی ﷺ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ خانقاہی نظام بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا جو تقسیم برکات نبوی ﷺ کا شعبہ تھا۔

ماضی میں امت مرحومہ میں جب بھی دینی خرابیاں رونما ہوئیں' ان کا تعلق اکثر خرابی اعمال سے ہوا کرتا تھا لیکن اس دور کے ان فتنوں کا تعلق فساد عقائد سے تھا۔ خرابی اعمال کی صورت میں ایمان اور عقائد کی جڑ تو سلامت رہتی ہے لیکن عقائد کا فساد قاطع ایمان ہے جس کے بعد قلب کی حیات ممکن نہیں۔ اعتقادی مفسدات کے اس دور پرفتن میں اصلاح احوال کا معاملہ محض تبلیغ وتلقین اور درس وتدریس سے کہیں آگے نکل چکا تھا۔ ایمان ویقین متزلزل ہونے کی صورت میں اصلاح اعمال کی بجائے اصلاحِ قلوب کی ضرورت تھی جو بجز نورِ نبوت ﷺ ممکن نہ تھی۔

ہر دور میں اہل اللہ کی مقدس جماعت نورنبوت ﷺ کی امین ہوا کرتی ہے اور خانقاہی نظام اس نعمت کی ترسیل کا واسطہ بنتا ہے۔ یہ حالات اسی نظام تربیت کو نہ صرف متحرک کرنے بلکہ دین کے اہم ترین شعبۂ احسان یا سلف صالحین کے الفاظ میں طریقت یا تصوف کے احیاء وتجدید کے شدت سے متقاضی تھے تاکہ عقائد کی اصلاح ہو سکے اس کار عزیمت کے لئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے جس بندے کو منتخب فرمایا وہ تھے' سید ومرشدی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت جیؒ دور حاضر میں معرفت باری تعالیٰ اور برکات نبوی ﷺ کی بے پایاں وبے مثال تقسیم' اصلاح عقائد اور درستگی اعمال کا ایسا واسطہ بنے جس کا انقطاع اب وقت کے بس کی بات نہیں۔ آپؒ کے شاگرد آج بھی دنیا کے گوشے گوشے میں اس مقدس فریضہ کو سرانجام دیتے نظر آتے ہیں اور آپؒ کے فرمان کے مطابق یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا' انشاء اللہ

ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاءُ

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

اوائل زندگی

حضرت جیؒ 1904ء میں ضلع میانوالی کے ایک دور افتادہ گاؤں چکڑالہ میں پیدا ہوئے جو فتنہ چکڑالویت کے بانی عبداللہ چکڑالوی کے حوالے سے برصغیر میں خاصہ متعارف ہے۔ کوہ سلیمان کی ایک شاخ کے دامن میں مشرق کی جانب یہ گاؤں تلہ گنگ میانوالی روڈ کے اڈہ بن حافظ جی سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زمین چٹیل اور ریتلی ہے۔ اگر بارش ہو جائے تو کچھ پیداوار ہو جاتی ہے وگرنہ خشک سالی یہاں کا مقدر ہوتا ہے۔ فطرت کے مقاصد کی نگہبانی اور دین فطرت کے احیاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس بندہ صحرائی سے کام لینا تھا' اس کی تربیت' پختگی کردار' ہمت و عظمت اور جفاکشی و مردانگی کے لئے شاید ایسی ہی سنگلاخ اور چٹیل زمین کی ضرورت تھی جو زرخیز تو خوب تھی لیکن ابر رحمت کی منتظر۔ حضرت جیؒ کی ذات کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو بے پناہ صلاحیتوں سے خوب نوازا تھا جو اوائل عمر میں تو ظاہر نہ ہوئیں لیکن ابر کرم کی پہلی پھوار پڑتے ہی یوں چمک اٹھیں کہ دنیائے تصوف کے راہ نوردوں کے لئے شمع ہدایت فروزاں کر گئیں۔

آپؒ کے والد گرامی کا نام ذوالفقار خان تھا اور تعلق قبیلہ اعوان سے' جس کے جد امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ' ہیں۔ آپؒ کا خاندان سرجال اعوان کے نام سے مشہور تھا اور کچھ ہی عرصہ پہلے کالا باغ سے چکڑالہ منتقل ہوا تھا۔ آپؒ کے والد بہت جری تھے اور علاقہ بھر میں سرجال قبیلہ کی ایسی دہشت تھی کہ نو وارد ہونے کے باوجود کوئی شخص مخالفت کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ مضافات چکڑالہ میں حضرت جیؒ کا ڈیرہ خاندانی تعارف کی نسبت سے ڈھوک سرجال کے نام سے مشہور ہوا۔ یوں تو چار سو کنال اراضی بھی تھی لیکن زمین بارانی ہونے کی وجہ سے پیداوار بہت کم دیتی اور بمشکل کفالت کرتی۔ اس طرح قناعت و سادگی ورثے میں پائی۔ آپؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ دین اور علم سے یکسر خالی تھا۔ یہ لوگ مسلمان تو کہلاتے لیکن نام کی حد تک' دین سے ناواقفیت اور عمل سے دور۔ کسی بڑے بوڑھے کی ذات تک صوم وصلوٰۃ کی پابندی خال خال نظر آتی لیکن اکثریت کا شغل لڑائی جھگڑا' چوری چکاری' دشمنی اور قتل' جس کا نتیجہ جیل اور پھانسی گھاٹ۔

اسی پس منظر میں حضرت جیؒ کا بچپن پروان چڑھا لیکن شروع سے ہی آپؒ کی شخصیت میں فطرت صالح نمایاں تھی۔ حقہ اور سگریٹ جیسی خرافات سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے دل میں نفرت پیدا فرما دی۔ وہ لڑائی جھگڑے اور جاہلانہ تفاخر جو اس ماحول میں بڑائی کی علامت تصور کئے جاتے' آپؒ کے مزاج کے خلاف تھے۔ دل کا میلان ہمیشہ دین حق کی طرف رہا اور جب سے ہوش سنبھالا کبھی نماز قضا نہ ہوئی۔ چکڑالہ کے ماحول سے الگ تھلگ اڑھائی تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے ڈیرے پر قیام تھا۔ کھیتی باڑی میں والد کا ہاتھ بٹاتے۔ کچھ بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ ایک مرتبہ بیری کے درخت سے ان کیلئے شاخیں کاٹ رہے تھے کہ پاؤں پھسلا اور درخت سے گر گئے۔ دائیں ٹانگ پر چوٹ لگی جس کا اثر پوری عمر رہا اور موسم سرما میں اکثر درد محسوس کرتے۔ ٹانگ کی چوٹ کی وجہ سے عمر بھر عصا کا ساتھ رہا۔ اس طرح بکریاں چرانے کے مشغلے اور عصا کی بنا پر نہ صرف موسوی نسبت پائی بلکہ آپؒ کا مزاج بھی موسوی تھا۔ زور بیان' کھرا پن اور غضب کا جلال' یہ رنگ آپؒ کی شخصیت میں اوائل عمر سے ہی جھلکتا نظر آیا۔ (جاری ہے)

قسط نمبر 7

سلسلہ وار ....

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کی نگاہِ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟......

پیش خدمت ہے، سفرنامہ

"غبارِ راہ"

24 جنوری 1989ء

آج صبح کچھ احباب دوبئی سے پہنچے اور شام لندن سے امیر حلقہ ذکر کی آمد ہے۔ مگر ہمارے قیام کا آج مکہ مکرمہ میں آخری دن ہے کل بعد فجر طواف وداع کر کے جدہ جائیں گے اور دوپہر کی پرواز سے مدینہ منورہ انشاء اللہ العزیز

آج کا درس قرآن بھی مکہ مکرمہ کے موجودہ قیام کا آخری درس تھا۔ اللہ کریم کی عطا سے سورۃ حٰم سجدہ کی شروع کی آیات سے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ جس کا مفہوم ہے کہ رحمٰن اور رحیم کی طرف سے نازل کی گئی کتاب ہے جس کی آیات باتیں کھول کر بیان کر دیتی ہیں۔

رحمٰن اور رحیم دونوں صفاتی نام ہیں اور دونوں کا مادہ رحمت ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رحمٰن کے وزن پر جو اوصاف بیان ہوتے ہیں اُن میں دوام نہیں ہوتا، جیسے غضبان، غصے سے بھرا ہوا یا عطشان، پیاسا، تو کوئی ہمیشہ غصے میں یا ہمیشہ پیاسا نہیں رہتا۔ اللہ کریم بھی کائنات کے خالق اور رب ہیں لہذا دنیا میں ظہور رحمانیت عام ہے جس کے طفیل کافر بھی بے حساب نعمتیں پاتا ہے، زندگی وجود، اعضا، فضا، غذا اولاد اور مال غرض شمار سے باہر ہیں۔ اور فلاسفہ کا ایک قانون ہے کہ اگر ہم فرض کریں کہ دنیا میں اکیلا ہوں کوئی دوسرا انسان موجود نہیں تو یہ سارا نظام، موسموں کا آنا جانا، سورج کا طلوع وغروب، بادل، بارش اور ہوا، سبزہ اور کھیتی، پھل اور پھول، ایک وسیع نظام صرف ایک بندے کے لئے اتنا بڑا نظام روبہ عمل ہے مگر یہ مظہر رحمانیت ہے جس کا اظہار اس عالم میں تو ہے مگر جب دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے تو رحمانیت کا پہنچنا یا اس کے طفیل مختلف فوائد کا پہنچنا ختم ہو جاتا ہے۔

آخرت کی زندگی میں اظہار رحیمیت ہوگا۔ یہ ایسی صفت ہے کہ جب دوام ہو تو اس وزن پر بولا جاتا ہے جیسے حکیم یا کریم وغیرہ دائمی اوصاف

ہیں ۔اسی طرح دنیا میں بھی رحیمیت صرف مومن کا حصہ ہے اور آخرت میں صرف رحیمیت کا اظہار ہوگا جس سے کافریکسر محروم رہے گا تو یہ کتاب جو جامع ہے انسانی ضرورت کے تمام سوالات کو جو انسانی ارواح کی تربیت کا بنیادی نقطہ اور سبب ہے ۔ اُس ذات کریم نے نازل فرمائی ہے جو انسانی اجسام کی پرورش کے لئے اس بہت بڑے نظام کو چلا رہا ہے حالانکہ جسم مادی ہے اور اس کی غذا' دوا' لباس سب مادی ہے مگر مادے کو بھی سنوار سنوار کر اس کے لئے بنا تا ہے اور پھل پھول اور اجناس بنا کر انسانی اجسام تک پہنچا تا ہے۔اسی نے ارواح کی غذا اور دوا اس کتاب کو نازل فرما دیا ہے۔ ظاہر ہے روح تو جسم لطیف ہے تو اس کی غذا بہت ہی لطیف تر ہوگی ۔لہذا اپنا ذاتی کلام نازل فرمایا جس کا کمال یہ ہے کہ مظہر رحمانیت بھی ہے کافر کے لئے بھی دعوت ہے اور اگر قبول کر لے تو رحیمیت کو پاسکتا ہے اور مومن کے لئے مظہر رحیمیت بھی ہے۔ایسا واضح کہ اس کی آیات کھول کھول کر باتیں بیان کرتی ہیں اور یہ قرآن عربی زبان میں ہے اصل تو اللہ کا ذاتی کلام ہے جس کا اظہار عربی زبان میں ہوتا ہے لہذا اگر کسی اور زبان میں ہوگا تو وہ ترجمہ کہلائے گا۔قرآن نہیں ! یہی وجہ ہے کہ نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی ۔ دوسری زبانوں میں تراجم پڑھنا اور سمجھنا اگر چہ ہماری ضرورت ہے مگر تلاوت قرآن عربی متن ہی کے پڑھنے کو کہا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب حسن عمل پہ بشارت سناتی ہے تو بدعملی کے خوفناک نتائج سے بروقت مطلع اور خبردار بھی کرتی ہے ۔ انذار کا یہ مفہوم بھی شفقت ہی کا ایک پہلو ہے مگر انسانوں کی بدنصیبی کہ اتنی بڑی نعمت سے ان کی اکثریت محروم رہتی ہے اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جو دعوت دیتے ہیں وہ ہمارے اوپر اثر نہیں کرتی کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ۔ اور آپ ﷺ کی آواز سے ہمارے کان بھی بند ہیں بلکہ سرے سے آپ کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار سی حائل ہے ۔ لہذا ہم اپنا کام کر رہے ہیں' آپ اپنے کام سے کام رکھیں اور یہی ان کی بدنصیبی کی انتہا ہے کہ روحانی موت مر چکے ہیں ۔ ارواح سماعت اور بصارت سے محروم' غذا' دوا سے بے نیاز ہو چکی ہیں ۔ گناہوں کی سیاہی اور کفر و شرک کی تاریکی نے دلوں کو اندھا کر دیا ہے لہذا اپنے اعمال اپنی ذمہ داری پہ کرتے ہیں ۔

یہ حال تو کفار و مشرکین کا تھا لیکن جو لوگ باوجود یکہ ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں' ضروریات دین کو مانتے ہیں مگر عملی زندگی میں اپنے اعمال اپنی پسند سے کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ میرے خیال میں تو شاید وہ نفع جو قلوب حاصل کرتے ہیں اور رابطہ جو دل کو نصیب ہوتا ہے اس میں کمی ہے ورنہ کسی مسلمان کا آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنا کوئی سمجھ میں نہ آنے والی بات نہیں ۔

اگلی آیہ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے "اے میرے نبی! فرما دیجئے کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں" یہ ایسی بات ہے جس پر نہ صرف ملک عزیز میں' بلکہ پوری دنیا میں مسلمان دست و گریبان رہتے ہیں ۔ کچھ یہاں سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہماری طرح بشر ہیں ۔ دوسرے کہتے

ہیں، نہیں! آپ ﷺ نور ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ نے میدان سیاست میں دیکھا ہوگا کہ ذرا سی بات کو سیاست دان اچھالنا شروع کر دیتے ہیں اور مخالف کو بدنام کرتے ہیں۔ خود جان رہے ہوتے ہیں کہ اندر کوئی بڑی بات نہیں۔ یہی حال دونوں فریقوں کے علما کا ہے۔ اصل مسئلہ پیشہ وارانہ رقابت ہے اور جن کو یہ لالچ نہیں وہ کوئی جھگڑا نہیں کرتے۔ بہر حال میں نے ایک مضمون اس موضوع پر سپرد قلم کیا تھا۔ مدت ہوئی، چھپ چکا" "نور و بشر" آج کا موضوع دوسرا ہے۔ اس آیہ کریمہ کو اس پس منظر میں دیکھیں کہ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو دنیا میں کوئی بھی اللہ کے نام سے واقف نہ تھا اور اقوام عالم کسی نہ کسی روپ میں اجسام کی پوجا کرتی تھی، وہ بُت ہوں، درخت ہوں، پہاڑ ہوں یا جانور، آگ ہو یا سورج چاند۔ بہر حال روئے زمین پر بسنے والے انسان مجسم خداؤں کو پوجنے کے عادی تھے۔

جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس قدر عجائبات آپ سے ظاہر ہوئے کہ دیکھنے والے بس دیکھتے رہ گئے۔ زبان دان خاموش، شاعر گنگ اور ادیب سربگریباں، آپ ﷺ کا بچپن، لڑکپن، جوانی حیران کن اور آپ ﷺ کے معجزات نے عقول انسانی کو عاجز کر دیا۔ شب معراج کے واقعات مکہ مکرمہ بیٹھ کر بیت المقدس اور قافلوں کی صحیح صحیح صورتحال کا بیان، چاند کا انگلی مبارک کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جانا اور بے شمار معجزات جو پڑھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں۔ یہ سب ثابت کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کوئی عام انسان نہیں ہیں بلکہ آپ شاید مافوق الفطرت ہستی ہیں۔ اور یہ ایک ایسا تصور تھا جو پہلے معاشرے میں موجود تھا اور انسان کو ہی مافوق الفطرت سمجھ کر ان کے بُت تک پوجے جا رہے تھے۔ اگر حضور ﷺ بھی فرماتے کہ میرے سامنے جھکو تو اُس دور کا انسان یہ بات بہت جلد پالیتا کہ باپ دادا سے اُسے یہی رسم بطور دین ملی تھی شاید کوئی آواز بھی خلاف نہ اٹھتی یا اُٹھتی بھی تو حامیوں کی کثرت میں دب جاتی مگر عجیب بات تو یہی ہے کہ یہ سب کچھ ثابت فرما کر ارشاد ہوتا ہے۔

"لوگو! میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں، پوجا میری نہیں ہوگی عبادت نہیں کرو گے بلکہ خالق حقیقی جو میرا تمہارا سب کا رب ہے اکیلا مستحق عبادات ہے۔ آؤ! میرا سر بھی اس چوکھٹ پہ دھرا ہے تم بھی جھک جاؤ!"

زمانے کو آپ ﷺ کی اس دعوت نے ہلا کر رکھ دیا جو آپ ﷺ کی صداقت کی بھی بہت بڑی دلیل ہے تو پھر اگر یہ بات ہے تو یہ اتنا بڑا فرق کیوں ہے کہ آپ ﷺ بے شک مخلوق ہونے میں برابر ہیں یعنی اللہ کی مخلوق ہیں، بشر ہیں مگر آپ جیسا کوئی دوسرا بشر ہے نہ کوئی دوسری تخلیق۔ آپ ﷺ تو فخر بشریت ہیں اس کی وجہ۔ فرمایا، مجھ پر وحی آتی ہے، اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے، میں اللہ کی رحمت کا چشمہ صافی ہوں، تم پیاسے ہو، میں تمہاری ضرورت ہوں اور وحی الٰہی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں۔ اس کے اوصاف میں بھی کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ اگر کوئی شرک کرے گا تو خود تباہی سے دوچار ہوگا۔

یہاں ایک بات صاف ہوگئی کہ انسان تو انسان ہی ہوتا ہے۔ عطائے الٰہی اُسے سرفراز کر دیتی ہے لہٰذا اگر کسی کو حال نصیب ہے مراقبات ومقامات نصیب ہیں تو اس لئے نہیں کہ وہ کوئی بہت برگزیدہ ہستی ہے یا اس جیسا کوئی دوسرا نہیں' بلکہ یہ اللہ کا احسان ہے جس نے ایک عام آدمی پر لطف وکرم کی بارش کر دی' اور اسے اپنی خلق کی روحانی سیرابی کا سبب بنا دیا۔ بہت سے عابد وزاہد اس دھوکے میں مارے گئے کہ شاید ہم نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دے لیا ہے۔ یہ ہمارا بڑا کمال ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرو شُد ہزار

کہ پیدا نہ شُد تختہ بر کنار

اس سمندر میں لاکھوں کشتیاں ایسے غرق ہوئیں کہ مُڑ کر کوئی تختہ بھی کنارے نہ پہنچ سکا۔ لہٰذا جسقدر توفیق عبادت نصیب ہو' ذکر اذکار نصیب ہوں' مجاہدہ کر سکیں یا مراقبات ومقامات نصیب ہوں اس قدر زیادہ شکر کرنا ضروری ہے نہ کہ اپنی بڑائی میں گرفتار ہو جائے۔ جب آقائے دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں' میں تو تمہاری طرح بشر ہوں۔ سارے کمالات میرے رب کی عطا ہے جس نے مجھے وحی سے سرفراز فرمایا ہے۔ تو دوسرے کسی کے اکڑنے کی تو کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اللہ کریم دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں! آمین

آج ناشتہ کے بعد ہی عمرے کے لئے چلے گئے اور دوپہر تک فارغ ہو گئے۔ بحمد اللہ! آج بہت اچھی طرح چل کر عمرہ پورا کر لیا اور اللہ کریم کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس قدر جلد توانائی بحال فرما کر یہ توفیق بخشی۔ پھر دن بھر قیام گاہ پر رہا۔ بچے اہلیہ اور ساتھی تو حرم شریف گئے ہیں۔ اب مغرب قریب ہے۔ سب لوگ آ جائیں گے پھر ذکر ہوگا اور صبح انشاء اللہ نماز حرم شریف میں ادا کر کے طواف وداع کریں گے اور ناشتہ کر کے جدہ چلے جائیں گے۔ دوپہر کی پرواز سے مدینہ منورہ حاضری ہے احباب سڑک کے راستہ تشریف لے جائیں گے۔

اللہ کریم قبولیت سے نوازیں! آمین

............☆☆............

(جاری ہے)